بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ ○

شَہادتُ الفُرقَان
عَلٰی
جَمعِ القُراٰن



شیخ عطاء اللہ



سر سیدؒ میموریل لائبریری، باغبان پورہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب : شَهَادَتُ الْفُرْقَان علیٰ جَمْعِ الْقُرْاٰن

مصنف : شیخ عطاء اللہ (وکیل گجرات)

طبع اول: 1907ء

طبع ہفتم: جنوری2009ء

صفحات: **128** (16+112)

مطبع :

قیمت:

طابع: منظور حسین

+920300 4177599

فہرست

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

سُبْحٰنَکَ لَاعِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَاعَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o (البقرۃ 2: 32)

تمہید

مذہب اسلام کا ظہور اور قرآنِ مجید کی اشاعت۔

دنیا کے جلیل القدر مذاہب (ادیان) میں سے اسلام آخری مذہب (دین) ہے۔ اس کا ظہور براعظم ایشیاء کے ملک عرب میں ہوا۔ اسی مذہب (دین) نے، اس خطرناک زمانے کا خاتمہ کیا، جس میں اہل عالم کی عملی حالت بالکل بگڑ چکی تھی۔ چاروں طرف ظلمت اور ضلالت کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ انسان اپنے اعمالِ بد کے حسرتناک نتیجے بھگت رہے تھے۔ انسانی شرافت کے جوہر اخلاقی کثافت کی وجہ سے قریباً زائل ہو چکے تھے۔ دیکھو آیت ذیل:

(1) ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ o (الروم 30: 41) خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال (بد) کی وجہ سے فساد پھیل گیا، تاکہ اللہ اُن کے بعض اعمال کا نتیجہ اُن کو چکھائے تاکہ وہ باز آجائیں۔

اس مذہب کے ہادی برحق کا مقدس اور قابل احترام نام محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُس پرآشوب زمانے میں مشعل ہدایت روشن کر کے دُنیا کو سلامتی کی راہیں دکھلادیں، حسنات وبرکات سے بہرہ ور کیا، نوع انسان کے

واسطے مواعظ الٰہی کا پُر حکمت سلسلہ جاری کیا، روحانی بیماریوں کا علاج بتلایا، صراط مستقیم کے آرزومندوں کے واسطے ہدایت اور رحمت کے دروازے کھول دیئے۔

دیکھو آیات ذیل:

(2) .....قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ o يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ o (المائدہ 5:15-16)

بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی یعنی کتاب (ہر ایک بات کو) بیان کرنے والی آئی ہے۔ اللہ اس کی سلامتی کے راستوں کی اُس شخص کو ہدایت کرتا ہے جو اس کی رضامندی چاہتا ہے۔ اور ان کو اپنے حکم کے ذریعے اندھیروں سے روشنی میں نکالتا ہے اور اُن کو سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے۔

(3) يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ o (یونس 10:57)

اے لوگو بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ہے۔ اور علاج اُس بیماری کا جو دلوں میں ہے۔ اور ایمان لانے والوں کے واسطے ہدایت اور رحمت ہے۔

اس ہادی عالم کا سلسلہ نسب اپنے جد اعلیٰ جناب ابراہیم علیہ السلام کے خاندان رسالت سے بواسطۂ جناب اسماعیل علیہ السلام ملتا ہے۔ ان دونوں بزرگوارں نے مُلک عرب میں جس رسول کی بعثت کے واسطے دعا کی، اور جس کو جناب باری تعالیٰ نے قبولیت کا شرف بخشا، اس کا ظہور اسی فخر دوعالم کے وجود باجود سے ہوا۔ دیکھو آیات ذیل:

(4) وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمٰعِيْلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ o رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ص وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ o رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ط إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ o (البقرة 2:129-127) اور جب ابراہیمؑ کعبہ کی دیواریں اٹھا چکا اور اسماعیلؑ (اس کے) ساتھ تھا (تو دونوں نے کہا) اے ہمارے رب اس کو ہم سے قبول کر، بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب ہم دونوں کو اپنے فرمانبردار رکھ، اور ہماری اولاد کو اپنی فرمانبردار امت بنا، اور ہم کو ہماری عبادت کے طریقے دکھا اور ہم کو معاف کر، بے شک تو ہی بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے، اے ہمارے رب انہیں میں سے ایک رسول مبعوث کر کہ ان کو تیرے احکام سنائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کو تزکیہ نفس کی راہ بتلائے ۔ بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

ان آیات سے امور ذیل معلوم ہوتے ہیں۔

1۔ بیت اللہ کی تعمیر میں جناب ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام دونوں شریک تھے۔

2۔ تعمیر کے زمانے میں جناب اسماعیل علیہ السلام مکلّف تھے۔ یہ امر اُن کی اُن دعاؤں سے ظاہر ہے جو انہوں نے تعمیر بیت اللہ کے بعد مانگیں اور جن کے مانگنے کی مکلّف ہونے کے بعد ہی ضرورت ہوتی ہے۔

3۔ دونوں قابل ادب اجداد نے شاخِ جناب اسماعیلؑ کی ذریت میں اور ملک عرب میں

جہاں بیت اللہ کی تعمیر کی تھی ایک رسول کے مبعوث ہونے کی دعا کی۔

یہ بیت اللہ جس کی تعمیر کرنے والے دو اولُوا العزم رسول باپ بیٹا تھے اور جس کو اول بناء کے وقت ہی مرجع عالم قرار دینا منظور تھا۔اس کی عزت مُلکِ عرب کے شہر مکہ کو حاصل ہوئی۔دیکھو آیت ذیل:

(5) إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكاً وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌ م بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ إِبْرٰهِيْمَ..... (ال عمران3: 97-96)

بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے (اللہ کی عبادت کرنے کو) بنایا گیا ہے، وہ ہے جو مکہ میں ہے،مبارک اور (موجب) ہدایت ہے اہل عالم کے لئے، اس میں صریح نشانیاں ہیں مقام ابراہیم کی۔

اس دعا کے قبول ہونے پر برکاتِ آسمانی کے نزول کے واسطے جناب ابراہیمؑ نے وادی مکہ میں اسی بیت اللہ کے قریب ایک مقام پر اپنی پیاری اولاد کو آباد کیا،تا کہ بُت پرستی دُور ہو،اور اُس کی جگہ عبادت الٰہی کا سلسلہ مستقل طور پر قائم ہو۔دیکھو آیات ذیل:

(6) وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِىْ وَبَنِىَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ۝

اور جب ابراہیمؑ نے کہا اے میرے رب کر دے اس شہر (مکہ) کو امن والا اور مجھ کو اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پرستش سے الگ رکھ۔(ابراھیم14: 35)

(7) رَبَّنَآ إِنِّىْٓ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِىْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِىْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ.... (ابراھیم14: 37) اے ہمارے رب بے شک میں نے اپنی بعض اولاد کو،بن کھیتی کے میدان میں،تیرے حرمت والے گھر کے پاس آباد کیا ہے، اے ہمارے رب (اس آبادی کی غرض یہ ہے) کہ وہ صلوٰۃ قائم رکھیں۔

ان آیات میں امور ذیل بتلائے گئے ہیں۔

1۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بعض اولاد کو وادیٔ مکہ میں آباد کیا۔

2۔ آبادی کا موقع بیت اللہ کے متصل تھا جس کو دونوں بزرگوں نے مل کر تعمیر کیا تھا۔

3۔ آبادی کی غرض یہ تھی کہ تعمیر بیت اللہ کے بعد بُت پرستی کی جگہ خالص ربُّ العالمین کے حضور میں مستقل سلسلہ ادائے صلوٰۃ قائم ہو۔

دونوں برگزیدہ رسول اس امر کو اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد سمجھتے رہے جس کی کیفیت آیات ذیل سے معلوم ہوتی ہے۔

(8) رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ (ابراھیم 14:40)

اے میرے رب مجھ کو صلوٰۃ قائم رکھنے والا کر اور میری اولاد کو بھی۔ اے ہمارے رب میری دعا قبول فرما۔

(9) وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا ○ وَكَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِیًّا ○

(مریم 19: 55-54)

اور کتاب میں (اے رسولؐ) اسماعیلؑ کا حال یاد کر بے شک وہ وعدے کا سچا تھا، اور رسول نبی تھا، اور اپنے اہل کو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھا۔

آیت نمبر 8 میں جناب ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے کہ جس اقامتِ صلوٰۃ کی خدمت پر وہ مامور ہیں اُس پر وہ اور اُن کی اولاد استقلال سے قائم رہے۔

آیت نمبر 9 میں ہے کہ جناب اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنے قابلِ احترام باپ

کی منشاء کو پورا کیا اور اپنے تابعین کو ہمیشہ ادائے صلوٰۃ کا حکم دیتے رہے۔1

چونکہ رسولؐ موعود کی بعثت اسی ملک اور اسی ذُرِّیَّتُ (اولاد) میں مقدر تھی جس کا اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اس واسطے چشمۂ ہدایت کے اُبلنے کا مقام بھی ملک عرب میں رَبُّ النّاس کا معبد اوّل ہی قرار پایا اور نورِ ہدایت بھی عربی زبان میں جلوہ افروز ہوا اور دعا مندرجہ آیت (4) کی قبولیت کا اُسی شکل میں اعلان کیا گیا جس میں وہ بیت اللہ کی تعمیر ہو جانے کے وقت مانگی تھی۔ دیکھو آیت ذیل:

(10) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ o (آل عمرٰن 3: 164) بے شک اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا

---

1 خاندان حضرت ابراہیمؑ کے آفتاب جنابِ رسالت مآبؐ کو نہایت استقلال سے اسی اہم خدمت کے انجام دینے کا حکم ہوا۔ دیکھو آیات ذیل:

1- وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا..........(طٰہٰ 20: 132)

اور (اے رسولؐ) اپنے اہل کو صلوٰۃ قائم رکھنے کا حکم دے اور اس پر صبر کر۔

2- اُتْلُ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ o

پڑھنا کتاب سے جو تیری طرف وحی کیا گیا ہے اور قائم رکھ صلوٰۃ۔ بے شک صلوٰۃ بُرائیوں سے اور بُت پرستی سے روکتی ہے اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم بنا لیتے ہو۔ (العنکبوت 29: 45)

ہے، جب اُن میں انہیں میں سے رسول بھیجا ہے جو اُن کو اللہ کے احکام پڑھ کر سُنا تا ہے۔ اور ان کو تزکیہ نفس کی راہ بتلا تا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

انبیاء سابقین کے ذریعے دُنیا کو اسی رسالت کی بشارت مل چکی تھی۔ چنانچہ ظہور اسلام کے مبارک زمانے میں اُن جماعتوں کو جو آسانی مذاہب کی پابند تھیں اُن بشارات کی طرف توجہ دلائی گئی جو پہلے نبیوں کی کتابوں میں اسی رسالت عظیمہ کے حق میں مرقوم تھیں۔ دیکھو آیات ذیل:

(11) وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ٥ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ٥ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ٥ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ٥ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ٥ أَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً أَنْ يَّعْلَمَهُ عُلَمٰٓؤُا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ ٥ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ٥ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ٥

(الشعراء26: 192-199)

اور یہ تنزیل قرآن رب العلمین کی ہے۔ اس کو روح الامین تیرے قلب پر لایا ہے۔ تا کہ تو آگاہ کرنے والوں میں سے ہو۔ عربی بیان کرنے والی زبان میں۔ اور بے شک یہ پہلے نبیوں کی کتابوں میں مرقوم ہے۔ کیا ان لوگوں کے واسطے نشان نہیں ہے کہ اس امر کو بنی اسرائیل کے عالم جانتے ہیں۔ اور اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمی پر نازل کرتے پھر وہ اس کو انہیں پڑھ سنا تا، یہ لوگ اس کو نہ مانتے۔

ان آیات سے امور ذیل کا انکشاف ہوتا ہے۔

1۔ قرآن مجید ایسی روح کے ذریعے سے جناب خاتم النبیین کے قلب پر نازل ہوا ہے جو امین تھی۔

2۔قرآن مجید کی اصل زبان عربی ہے اور امور مندرجہ کی پوری وضاحت کرنے والی ہے۔
3۔مُلک عرب میں جناب اسماعیل علیہ السلام کی شاخ سے رسول موعود کے مبعوث ہونے کا حال پہلی کتابوں میں مرقوم ہے۔اور بنی اسرائیل کے علماء اس امر کو جانتے ہیں۔
4۔ضرور تھا کہ قرآنِ مجید اس مُلک اور اسی ذُرّیّت میں عربی زبان میں نازل ہو، تا کہ سلسلہ بشارات بوجہ احسن پُورا ہو۔

جناب رسول موعودؐ نے حسب ارشاد ربّ العالمین اپنی گزشتہ اور موجود زندگی کو بڑی دلیری سے ابناءِ وطن کے سامنے پیش کیا اور اس امتحان میں اُن کو آزادی سے نکتہ چینی کا موقع دیا۔ اس طریق عمل نے اور بھی واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب قابلِ گرفت نہیں ہو سکتا اور قرآن مجید کی تعلیم سلامت روی اور صراط مستقیم پر مبنی ہے جس کا بڑا کام یہ ہے کہ لوگوں کو آنے والے سخت عذاب سے جو نتائج اعمال کی صورت میں ظاہر ہو گا قبل از وقت متنبہ کیا جائے۔دیکھو آیات ذیل:

(12) أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا ۗ مَا بِصَاحِبِهِم مِّن جِنَّةٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ٥

(الاعراف 7:184)

کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی (رسول موعودؐ) کو کچھ جنون نہیں ہے وہ تو صرف (بُری باتوں) سے علانیہ آگاہ کرنے والا ہے۔

(13) قُل لَّوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُم بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ٥ (یونس 10:16)

(اے رسولؐ) کہہ دے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ میں اِس قرآن مجید کو تمہارے سامنے پڑھتا اور نہ اللہ تم کو اس سے آگاہ کرتا، پھر میں بے شک تم میں اس سے پہلے عمر کا ایک حصہ گزار چکا ہوں۔کیا تم سوچتے نہیں؟

(14) قُلْ إِنَّمَآ أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ أَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۚ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ٥ (سبا 34:46)

(اے رسولؐ) کہہ دے میں تم کو صرف ایک امر کی نصیحت کرتا ہوں، یہ کہ تم اللہ کے لئے دو دو یا ایک ایک مل کر تیار ہو جاؤ، پھر غور کرو، تمہارے ساتھی (رسول موعود) کو کچھ جنون نہیں، وہ تو صرف بُری باتوں سے اعلانیہ آ گاہ کرنے والا ہے۔

انجام کار نہایت واضح طور پر بتلا دیا کہ جس طرح عاملان قدرت (شمس قمر و نجم) اپنی رفتار میں غلط راہ اختیار نہیں کرتے، اسی طرح اس رسول کی زندگی بھی گم راہی سے محفوظ اور سرکشی سے مبرّا ہے۔ دیکھو آیت ذیل:

(15) وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ٥ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ٥ (النجم 53:2-1)

قسم ہے نجم کی، جب وہ اپنا دورہ کرتا ہے، تمہارا ساتھی (رسول موعودؐ) نہ کبھی گم راہ ہوا ہے اور نہ سرکش ہوا ہے۔

جناب ممدوح کے واقعی منصب کی نسبت کبھی کوئی غلط فہمی پیدا نہیں کی گئی نہ کوئی ابہام رکھا گیا ہے، بلکہ نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا کہ یہ رسول قدرت کے خزانوں کا مالک نہیں، غیب نہیں جانتا، فرشتہ نہیں، منفعت اور مضرت میں اس کی ذات بھی اور انسانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین قدرت کے تابع ہے۔ اس کا منصب یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی وحی کے تابع ہو کر دُنیا کو بُرے کاموں کے بُرے نتائج سے آ گاہ کرے اور نیک کاموں کے نیک نتائج کی خوشخبری دے۔ دیکھو آیات ذیل:

(16) قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ٥ (الانعام 6:50) (اے رسولؐ) کہہ دے میں تم کو یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ یہ کہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں، نہ میں تم کو یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اُس امر کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی ہوئی ہے۔ کہہ دے کیا اندھا اور آنکھوں سے دیکھنے والا برابر ہیں۔کیا پھر تم غور نہیں کرتے۔1

(17) قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ((الاعراف 7:188) (اے رسولؐ) کہہ دے مجھ کو اپنے نفس کے واسطے بھی نفع اور نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کی بات جانتا تو بہت بھلائیاں اکٹھی کر لیتا اور مجھ کو کبھی دُکھ نہ چھوتا، میں تو صرف آگاہ کرنے والا اور ایمان والوں کو خوشخبری دینے والا ہوں۔

---

1 اَعْمٰی اور بَصِیْرٌ کی تفسیر دوسری آیت میں حسب ذیل کی گئی ہے۔یعنی حقیقی بصیرت یہ ہے کہ انسان کتاب اللہ کے تابع ہو جائے۔دیکھو آیت ذیل:

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَيْهَا ؕ (الانعام 6:104)

بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلائل آئے ہیں پھر جس نے ان کو غور سے اپنے (فائدے) کے لیے دیکھا اور جو کوئی ان سے اندھا ہوا اُس کا نقصان اُسی کو ہے۔

یہ رسالت کسی قوم اور مقام کے واسطے مخصوص نہ تھی، نوع انسان کی ترقی اور بہبودی کی غرض سے ربُّ العلمین کے اس پیغام کا تمام دنیا کی طرف خطاب کیا گیا۔ دیکھو آیاتِ ذیل:

(18) قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ...(الاعراف 158:7)

کہہ دے (اے رسولؐ) بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول (پیغام پہنچانے والا) ہوں۔

(19) تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا o

بہت برکت والا وہ اللہ ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تا کہ وُہ دُنیا کو آ گاہ کرنے والا ہو۔ (الفرقان 1:25)

(20) وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ o

اور (اے رسولؐ) ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا مگر سب لوگوں کو بشارت دینے والا اور آگاہ کرنے والا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ (سبا 28:34)

اسی مقصد عظیم کی وجہ سے جناب ممدوح کو ختم نبوت کی خلعتِ فاخرہ سے ممتاز فرمایا گیا اور ایک جامع قانون عطا فرما کر سلسلہ نبوت کو ہمیشہ کے واسطے یہ کہہ کر ختم کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ جیسا انسان کے گزشتہ حالات سے آگاہ ہے اُسی طرح آئندہ حالات اور ضروریات کا علیم ہے۔ دیکھو آیت ذیل:

(21) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا o (الاحزاب 40:33)

محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں مگر اللہ کا رسول ہے اور نبیوں کا ختم کرنے والا ہے اور اللہ ہر ایک شئی کو جانتا ہے۔

یہ نوع انسان کا ذی وقار غم خوار اپنی فطرت کاملہ کی وجہ سے نرم مزاج تھا اور

انسان کا رنج ومصیبت میں ہونا اُسے نہایت شاق گزرتا تھا، اُس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ تمام دُنیا تاریکی میں سے نکل کر حقیقی نور (قرآن مجید) کی طرف آئے تا کہ وہ نور زندگی کے دشوار گزار مرحلوں میں ہمیشہ اُن کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کرے۔ یہ مومنین کا دلی شفیق اور تمام عالم کے لیے باعث رحمت تھا، انہیں اخلاق عظیم نے بارگاہ رب العزت سے انہیں رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کا اعلیٰ اعزازی لقب دلایا۔ دیکھو آیات ذیل:

(22) فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ.....(ال عمران 3:159)

پھر (یہ امر) اللہ کی رحمت سے ہے کہ تو اُن کے لیے نرم مزاج ہوا۔

(23) لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌo (یونس 10:128)

بے شک تم میں سے تمہارے پاس رسول آیا ہے۔اس کو ناگوار ہے کہ تم دُکھ میں پڑو، تمہاری بھلائی کا آرزومند ہے، ایمان والوں کے ساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

(24) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَo (الانبیآ 21:107)

اور اے رسول ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا مگر اہل عالم کے لیے رحمت۔

(25) وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍo (القلم 68:4)

اور بے شک تو بہت بڑے خُلق پر ہے۔

اس خُلق مجسم رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ نے ہمیشہ بدی اور ایذا کا دفعیہ اعلیٰ درجے کی نیکی سے کیا اسی برگزیدہ وصف کے سبب اس کی جان کے دُشمن اس پر جان قربان کرنے لگے۔ دیکھو آیات ذیل:

(26) اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ o (المؤمنون 23:96)

(اے رسولؐ) بدی کا مقابلہ اعلیٰ درجے کی نیکی سے کر، ہم خوب جانتے ہیں جو یہ کافر بیان کرتے ہیں۔

(27) اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهُ عَدَاوَةٌ کَأَنَّهُ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ○ وَمَا یُلَقّٰهَآ إِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰهَآ إِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ ○

(حمٓ السجدۃ 41:35-34)

(اے رسولؐ) بدی کا مقابلہ اعلیٰ درجہ کی نیکی سے کرو پھر وہ شخص کہ تجھ میں اور اُس میں عداوت ہے، گویا کہ یگانہ دوست ہو گیا۔ یہ اخلاق نہیں دیئے جاتے مگر اُن لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا، اور نہیں دیئے جاتے یہ اخلاق مگر خوش قسمت لوگوں کو۔

جناب ممدوح نے حسب ارشاد رب العالمین نہایت کشادہ دلی سے اعلان کر دیا کہ میں ان مواعظ حسنہ کی بابت قوم سے کسی معاوضہ کا آرزو مند نہیں کیونکہ یہ نصیحت کسی قوم کے واسطے محدود نہیں بلکہ تمام اہل عالم کے واسطے سے ہے۔ میرا اجر وہی اللہ تعالیٰ دے گا جو کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا اور ہر ایک شے کی حقیقت سے آگاہ ہے۔ دیکھو آیت ذیل:

(28) قُلْ لَّآ أَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ أَجْرًا ط إِنْ هُوَ إِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ ○ (الانعام 6:90)

کہہ دے (اے رسولؐ) میں تم سے اس پر کچھ بدلا نہیں مانگتا، یہ اور کچھ نہیں مگر تمام دنیا کے واسطے نصیحت ہے۔

(29) قُلْ مَا سَأَلْتُکُمْ مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَکُمْ ط إِنْ أَجْرِیَ إِلَّا عَلَی اللّٰهِ ج وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ○ (سبا 34: 47)

کہہ دے (اے رسولؐ) جو کچھ میں نے تم سے اجر مانگا ہے وہ تمہارے

واسطے ہے، میرا اجر صرف اللہ پر ہے ۔اوروہ ہر ایک شے پر شاہد ہے ۔

یہ کلمات طیبات اس طرح مقبول خلائق ہوئے جیسے وہ درخت جس کی جڑھ مضبوط ہو اور کثیر التعداد شاخیں فضا میں جھوم رہی ہوں موسم کی خوشگوار ہواؤں سے بڑھے پھولے اور پھلے ،وقت پر اپنے خوش ذائقہ اور پُر لطف پھل دے کر انسان کی زندگی کا سہارا ہو ۔انہیں مواعظ کی وجہ سے قومی نفرت الفت سے بدل گئی اور جانی دشمن پیارے بھائی ہو گئے ۔ضلالت کی تاریکی ملک سے دور ہونی شروع ہوگئی اور کثیر التعداد جماعتیں دین اسلام میں داخل ہو کر اُس کی برکات سے فیض یاب ہونے لگیں ۔دیکھو آیات ذیل ۔

(30) ....وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ إِخْوَانًا ج(ال عمران3:103)اوریاد کرو اللہ کی نعمت کو جو(تم پر) ہے جب کہ تم آپس میں دشمن تھے ۔پھر ملاپ کر دیا اللہ نے تمہارے دلوں میں پھر تم اُس کی نعمت سے صبح کو اُٹھے آپس میں بھائی بھائی بن کر ۔

(31) إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ○وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ط إِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا○ (النصر110:3-1)

جب آ چکے اللہ کی مدد اور فتح اور تو لوگوں کو دیکھ لے کہ اللہ کے دین میں کثرت سے داخل ہوتے ہیں ۔پھر تسبیح کر اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور اس سے بخشش (حفاظت) مانگ ۔وہ ہے رجوع کرنے والا ۔

جناب خاتم النبیّین نے ربُّ العالمین کی طرف سے اہل عالم کے سامنے ایک کتاب پیش کی جس کا نام قرآن مجید ہے ۔اس میں مذہب اسلام کے متعلق تمام اصول وضوابط، احکام وہدایات ، وعدہ وعید، قصص وتمثیلات وغیرہ ضروری امور مفصل اور مکمل

موجود ہیں وہ تمام مذہبی معاملات میں قطعی فیصلہ صادر کرتا ہے۔دیکھو آیت ذیل:

(32) قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ط قُلِ اللّٰهُ قف شَهِیْدٌ م بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ قف وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِهٖ وَمَنْ م بَلَغَ ط ...... (الانعام6:19)

کہہ دے(اے رسولؐ) کون سی شہادت سب سے بڑی ہے۔کہہ دے اللہ مجھ میں اور تم میں شاہد ہے(اس امر کا) کہ مجھ کو یہ قرآن وحی کیا گیا ہے،تا کہ میں اس کے ذریعے سے تم کو تنبیہ کروں اور اُن کو جن کے پاس اس کی خبر پہنچے۔

(33) وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِکِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰی عِلْمٍ هُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ o (الاعراف7:52) اور بے شک ہم نے دی اُن کو کتاب جس کو ہم نے اپنے علم سے مفصّل کر دیا ہے،ہدایت کرنے والی اور رحمت والی ہے اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔

(34) اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ o وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ o (الاعلیٰ86:14-13)

بے شک یہ قرآن قولِ فیصل ہے،بیہودہ نہیں ہے۔

راسخ العلم ابناءِ اسلام کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ کتاب نہایت احتیاط کے ساتھ جنابِ خاتم النبییّن کی زندگی اور نگرانی میں لکھی گئی،مجموع ومرتب ہوکر نورِ رسالت کی روشنی پھیلانے کے واسطے اقطاعِ عالم میں پھیلائی گئی،اور دنیا نے اس کتاب کو قبول کرنے سے سعادت دارین حاصل کی۔یہ کتاب تمام پہلی کتابوں پر حاوی اور مشتمل ہے۔اس میں نوعِ انسان کے واسطے ایک مکمل ذخیرہ ہدایات کا موجود ہے۔

اب اس قرآن مجید کی کتابت،جمعیت،ترتیب،حفاظت اور تکمیل وغیرہ کے متعلق جس قدر شہادتیں خود اس کتاب مقدس میں موجود ہیں اُن کو مختصر طور پر ان اوراق کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔

فصلِ اوّل

کلماتِ وحی کا بصورت کتاب مرتب کرنا انبیاء کی سُنتِ قدیمہ تھی۔

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سے تمام نبی یا رسول کلماتِ وحی کو بصورت کتاب قوم کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں۔ایسا کرنا نبوت یا رسالت کا ضروری جزو تھا کیونکہ یہ مقدس لوگ دُنیا میں ہر وقت اور ہر جگہ موجود نہیں رہے،قدرت کا نہ ٹلنے والا موت اور فنا کا فتویٰ ان پر بھی اسی طرح نافذ ہوتا رہا ہے جس طرح باقی تمام نفوس اور اشیاء پر دیکھو آیات ذیل۔

(1) كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ قف ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ٥ (العنکبوت 29: 57)

ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔پھر تم ہماری طرف پھیرے جاؤ گے۔

(2) كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ٥ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ٥

جو کچھ زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے،اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو جلال اور کرامت والی ہے۔ (الرحمٰن 55: 27-26)

اس جہان کو چھوڑنے یا دُور دراز مقامات تک تبلیغ کرنے کی صورتوں میں، نبوت یا رسالت کا کتاب کے سوا سب سے بہتر کوئی قائم مقام نہیں ہوسکتا۔یہی وہ کتابیں تھیں،جن کا نام قرآن مجید کی زبان میں کتابُ اللهِ یا اَلْکِتٰبُ ہے،دیکھو آیات ذیل:

(3) كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ص وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط (البقرۃ 2: 213)

لوگ ایک گروہ تھے،پھر بھیجا اللہ نے نبیوں کو خوش خبری دینے والے اور آگاہ کرنے

والے اور اُن کے ساتھ برحق کتاب اتار دی تا کہ لوگوں میں اُس بات میں جس میں وہ مختلف ہو گئے حکم دیں۔

(4) لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ج......(الحدید 57:25)

بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ بھیجا اور ہم نے اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ عدل کو قائم رکھیں۔

آیت (3) میں اَلنَّبِيِّنَ کا لفظ ہے اور آیت (4) میں رُسُل کا لفظ ہے۔ دونوں آیتوں میں الفاظ أَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ اور أَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ یکساں طور پر واقع ہوئے ہیں، جن سے نبی یا رسول کے ساتھ کتاب کا ہونا صاف طور پر پایا جاتا ہے۔

(5) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلٌ جفَإِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ٥(یونس 10:47)

اور ہر گروہ کے لیے رسول ہے، پھر جب انکے لئے اللہ کا رسول آیا، اُن میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا گیا، اور وہ ظلم نہیں کیے جاتے۔

اس آیت کو جب آیات نمبر (3، 4) سے ملا کر دیکھا جائے تو اس امر کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید میں نبی یا رسول کا مفہوم ایک ہے، کیونکہ ان آیات میں نبوت یا رسالت کی جو اغراض بیان ہوئی ہیں وہ ایک ہی ہیں۔

آیات مذکورہ بالا میں نزول کتاب سے یہ مراد نہیں ہے کہ کاغذوں پر لکھا مجموعہ آسمان سے اترتا تھا، کیونکہ دوسرے مقام پر اس طرح کتاب آسمانی کے نزول کی نفی موجود ہے۔ دیکھو آیات ذیل:

(6)..... أَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ (بنی اسرآئیل 17:93)

یا تُو آسمان پر چڑھے، اور ہم تیرے چڑھ جانے پر ایمان نہ لائیں گے۔ یہاں تک کہ تُو ہم پر ایک کتاب اتار لائے جس کو ہم پڑھیں، کہہ دے (اے رسول) پاک ہے میرا رب (ان امور سے) میں اور کچھ نہیں مگر انسان رسول (پیغام لانے والا)

اصل مطلب یہ ہے کہ انبیاء نے جن احکام کو اللہ تعالیٰ کی وحی سے بصورت کتاب مرتب کیا اور قوم کے سامنے پیش کیا اُن پر بموجب عام محاورہ قرآن مجید کے لفظِ نزول بولا گیا ہے۔ اس محاورے کی تائید میں دیکھو آیاتِ ذیل:

(7) يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ (الاعراف 7:26)

اے آدم کے بیٹو بے شک ہم نے تم پر ایک لباس اُتارا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو ڈھانکتا ہے اور (تمہاری) زینت ہے، اور تقویٰ کا لباس، یہی اچھا ہے، یہ اللہ کی آیتوں میں سے ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

(8) قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلْ آللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝ (یونس 10:59)

کہہ دے (اے بنی آدم) کیا تم نے دیکھا جو کچھ ہم نے تمہارے لیے رزق کی قسم سے اتارا ہے، پھر تم نے اس میں سے حرام اور حلال کر لیا، کہہ دے کیا اللہ نے تم کو اجازت دی ہے یا تم اللہ پر افترا کرتے ہو۔

(9) ..... وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ..... (الحدید 57:25)

اورہم نے لوہا اتارا اس میں (سامان) سخت لڑائی (کا) ہے اور لوگوں کے واسطے فائدے ہیں۔

آیت نمبر (7) میں ہر قسم کے لباس کا ذکر ہے جو زمین کی چیزوں سے تیار ہوتا ہے۔

آیت نمبر (8) میں ہر قسم کے رزق کا ذکر ہے جو زمین سے پیدا ہوتا اور اُس پر موجود ہے۔

آیت نمبر (9) میں لوہے اور اُس کی ہم جنس دھاتوں کا ذکر ہے جو زمین سے نکلتی ہیں۔

ان تمام اشیاء کی نسبت نزول کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی چیز بھی آسمان سے نہیں اُتری۔ اسی طرح کتب سماوی کی نسبت بھی نزول کا لفظ بولا گیا ہے۔

قرآن مجید میں انبیاء کی سُنن قدیمہ بیان کرنے کا اصل مطلب یہ ہے کہ اُن کا اقتدا کیا جائے۔ جس حالت میں کلمات وحی کا بصورت کتاب مرتب رکھنا انبیاء کی مسلمہ سنت ہے تو جناب خاتم النبیینؐ کا بھاری فرض یہ تھا کہ کلمات وحی کو بصورتِ کتاب جمع اور مرتب رکھتے۔ دیکھو آیاتِ ذیل:

(10) يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ○(النسآء 4:26)

اللہ چاہتا ہے کہ تم کو بتا دے اور تم کو اُن لوگوں کی راہ کی ہدایت کرے جو تم سے پہلے تھے، اور تم کو معاف کرے، اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

(11) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ○اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ.....(الانعام 6:90-89)

یہ وہ (بزرگ) لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب، حکمت اور نبوت دی، پھر اگر یہ کافر اس کا انکار کریں تو بے شک ہم نے اس کے لیے اور قوم کو مقرر کیا ہے

جواس کا انکار کرنے والی نہیں ہے۔یہ (انبیاء) وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے
ہدایت کی ہے پھر تو انہیں کی ہدایت کی پیروی کر۔

آیت نمبر (11) کے عین ماقبل کی آیات میں انبیاء مندرجہ ذیل ابراہیمؑ ،اسحاقؑ ،یعقوبؑ ،
نوحؑ ، داؤد، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ ، ہارونؑ ، زکریاؑ ، یحییٰؑ ، عیسیٰؑ ،الیاسؑ ،اسمٰعیلؑ ،
الیسعؑ ، یونسؑ ،لوطؑ کے اسماءگرامی اوران کے مختصر اوصاف بیان کرنے کے بعد الفاظ ذیل
اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ مرقوم ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ان میں
سے ہر ایک کو نبوت دی گئی ہے اسی طرح ہر ایک کو کتاب بھی دی گئی ہے۔

اس آیت میں بجائے الفاظ اَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ کے اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ کا
استعمال ہوا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں فقرات کا مفہوم ایک ہے۔

اس آیت کے الفاظ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ اُس فرض کو ظاہر کرتے ہیں جن کے رو سے
کتاب اللہ کی جمیعت اور ترتیب بھی جناب خاتم النبیینؐ کے ذمے تھی اور یہ فرض بالکل تبلیغ
رسالت کے مساوی تھا۔

اس فرض کے پورا کرنے کے واسطے جناب ممدوح کو کئی پیرائیوں میں نہایت
استقلال سے کاربند رہنے کا حکم ہوا اور صاف طور پر سمجھا دیا گیا کہ اس میں کسی شخص کی رائے
کی مداخلت ہونا نہ چاہئے۔ دیکھو آیات ذیل:

(12) فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ o
پھر تو (اے رسول اسی طرح) قائم رہ جس طرح تجھے حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی
جنہوں نے تیرے ساتھ توبہ کی (اسی طرح قائم رہیں) اور حد سے آگے نہ بڑھو،
بے شک وہ اللہ اُس کو جو تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے۔ (ھود 112:11)

(13) فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَo(الحجر 94:15)

پھر کھول کر بتلا دے (اے رسولؐ) اس چیز کو جس کا تجھ کو حکم دیا جا تا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لے۔

(14)....وَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ ج وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَ هُمْ ج وَقُلْ آمَنْتُ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ج...... (الشوریٰ 15:42)

اور قائم رہ جیسا تجھ کو حکم دیا گیا اور کفار کی خواھشوں کی پیروی نہ کر، اور کہہ دے میرا ایمان اُس پر ہے جو کتاب میں سے اللہ نے نازل کیا ہے۔

یہ تمام آیات اس امر کی روشن شہادت ہیں کہ سب نبی یا رسول کلماتِ وحی کو بصورتِ کتاب مرتب رکھتے تھے۔ انبیاء کے اس متفقہ عمل کی وجہ سے جناب خاتم النبیّن کو اس عمل میں بھی اُن کے ساتھ اقتدا کرنے کا حکم ہوا، پھر اس اہم خدمت کو استقلال کے ساتھ انجام دینے کے واسطے بار بار تاکید ہوئی۔

انہیں احکام کی تعمیل میں اور انبیاء کی اسی سنتِ قدیمہ کے اقتداء میں جناب ممدوح نے تبلیغ رسالت کے ساتھ ہی قرآن مجید کے بصورت کتاب جمع اور مرتب رکھنے کی بنیاد قائم کی اور اُس کو اختتام تک پہنچایا۔

فصل دوم

قرآن مجید کے نزول کے وقت کاغذ کا استعمال ہوتا تھا اور سلسلہ کتابت جاری تھا۔

جناب خاتم النبیّن کے زمانِ سعادت اقتران میں تحریر کے واسطے کاغذ کا استعمال جاری تھا۔ لین دین کے معاملات ضبطِ تحریر میں لائے جاتے تھے۔ مذہبی کتابوں کے لکھے جانے اور اُن کے درس وتدریس کا سلسلہ عام طور پر رائج تھا۔ یہ امر کہ اُس کاغذ کی ساخت کس قسم کی تھی، اس کتاب کے موضوع سے خارج ہے۔ ان امور کے متعلق دیکھو آیاتِ ذیل:

(1الف) يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ط وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ص وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ج...... (البقرہ 2:282) اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم قرض کا لین دین کسی میعاد مقرر تک کرو تو اُس کو لکھ لو، اور چاہئے کہ تم میں سے کوئی لکھنے والا انصاف سے لکھ لے، اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اس کو سکھلایا ہے لکھ دے۔

(1ب)..... وَلَا تَسْئَمُوْٓا أَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا أَوْ كَبِيْرًا إِلَىٰٓ أَجَلِهٖ ط (ایضاً) اور اس کی معیاد تک لکھنے میں سستی نہ کرو چاہے معاملہ چھوٹا ہو چاہے بڑا ہو۔

آیت کے فقرات مذکورہ بالا سے امور ذیل معلوم ہوتے ہیں:

اوّل: مومنین کا فرض ہے کہ:

ا۔لین دین کے اُن معاملات کو جو دست بدست نہ ہوں یا ایک مدت معین کے واسطے ہوں ضبط تحریر میں لاویں۔

ب۔معاملات مذکور چاہے چھوٹے ہوں چاہے بڑے، اُن کے لکھ لینے میں تساہل نہ ہو۔

دوم: کاتب کا فرض ہے کہ:

ا۔فریقین معاملہ کے منشاء کو دستاویز میں عدل سے لکھے۔

ب۔تحریر دستاویز سے انکار نہ کرے۔

(2) فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِأَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝ (البقرۃ2: 79) پھر افسوس اُن لوگوں پر ہے جو اپنے ہاتھ سے ایک کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے تا کہ اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کریں، پھر افسوس ہے اُن کے لیے ان کے ہاتھوں کی تحریروں پر اور افسوس ہے اُن کے عملوں پر۔

(3) وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ إِذْ قَالُوْا مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ ..... (الانعام6: 91) اور ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا اُس کی قدر کرنے کا حق تھا جب انہوں نے کہا کہ اللہ نے کسی بندے پر کوئی چیز نہیں اتاری۔ کہہ دے (اے رسولؐ) کس نے وہ کتاب اتاری جس کو موسیٰ لایا تھا جو لوگوں کے واسطے نور اور ہدایت تھی۔ تم اُس کو لکھتے ہو کاغذوں پر ظاہر کرتے ہو اُس کو

تھوڑااور چھپاتے ہو بہت ۔

ان آیات سے امور ذیل ظاہر ہوتے ہیں:

اول: اہل کتاب میں مذہبی کتابوں کے لکھنے کا عام دستور تھا، جنہیں وہ اپنے مالی فائدوں کی غرض سے کتاب اللہ کے طور پر ظاہر کرتے تھے ۔

دوم: اہل کتاب جناب موسیٰؑ کی اصل کتاب کو بھی کاغذوں پر لکھتے تھے جس کے اکثر مضامین کو ذاتی اغراض کی وجہ سے چھپاتے اور بعض کو ظاہر کرتے تھے ۔

سوم: آیت نمبر (2) میں یَکۡتُبُوۡنَ الۡکِتٰبَ بصیغہ غائب بیان ہوا ہے اور آیت نمبر (3) میں تَجۡعَلُوۡنَہٗ قَرَاطِیۡسَ بصیغہ مخاطب آیا ہے ۔ ہر دو کا مفہوم واحد ہے ۔ یعنی علماء اہل کتاب جن امور کو من جانب اللہ ظاہر کرتے ہیں اُن کو کتاب کی صورت میں کاغذوں پر لکھ لیتے ہیں ۔

(4) وَاِنَّہٗ لَفِیۡ زُبُرِ الۡاَوَّلِیۡنَ o اَوَلَمۡ یَکُنۡ لَّہُمۡ اٰیَۃً اَنۡ یَّعۡلَمَہٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ o (الشعراء 26: 197-196) اور بے شک یہ امر پہلے رسولوں کی کتابوں میں مرقوم ہے، کیا ان لوگوں کے واسطے نشان نہیں ہے کہ اس امر کو بنی اسرائیل کے عالم جانتے ہیں ۔

(5) اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰی o صُحُفِ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ مُوۡسٰی o (الاعلیٰ 87: 19-18)

(بے شک یہ امر پہلے صحیفوں یعنی صحیفہ ابراہیمؑ وموسیٰ میں مرقوم ہے ۔)

آیت نمبر (4) میں لفظ زُبُر بصیغہ جمع آیا ہے ۔ جس کا واحد زبور ہے ۔

آیت نمبر (5) میں لفظ صُحُف بصیغہ جمع آیا ہے، جس کا واحد صحیفہ ہے ۔

دونوں آیات ہم مضمون ہیں اور ایک دوسری کی مفسر ہیں اس واسطے زبور اور صحیفہ مترادف ہیں ۔

آیت نمبر (5،4) کو اس مقام پر صرف اس شہادت میں پیش کیا جاتا ہے کہ جناب موسیٰؑ

کے صحیفہ یا کتاب کے علاوہ اور نبیوں کے صحیفوں کا بھی اس زمانہ میں کاغذوں پر لکھے جانے کا دستور تھا۔ انہیں صحیفوں میں حقائق اور صداقت ہائے قرآنی واقعہ نزول قرآن مجید مرقوم تھا اور علماء بنی اسرائیل ان کتابوں کی درس وتدریس کی وجہ سے ان امور سے آگاہ تھے۔

....

فصل سوم

قرآن مجید نے فن کتابت کی اصلی عظمت بحال رکھی

اور

مذہبی تحریرات کی قدر ومنزلت کی حد قائم کی۔

قرآن مجید اس دعوے کے ساتھ اپنے آپ کو دنیا میں پیش کرتا ہے کہ انسان کی تمدنی اور روحانی زندگی میں جو الجھاؤ پڑے ہوئے ہیں، اُن کی عقدہ کشائی کرے، اور انہیں سلامتی کی راہیں بتلائے جو مضبوط بنیاد پر قائم ہیں۔ دیکھو آیات ذیل:

(1) إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ أَقْوَمُ .....(بنی اسرائیل 17:9)

بے شک یہ قرآن بہت سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

(2)..... وَإِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ o(الحج 22:54)

اور بے شک اللہ اُن لوگوں کو جو ایمان لائے صراط مستقیم (راہ راست) کی ہدایت کرنے والا ہے۔

(3) فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ أُوْحِيَ إِلَيْكَ ج إِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍo(الزخرف 43:43) پھر محکم پکڑ اس (قرآن) کو جو تیری

طرف وحی کیا گیا ہے، بے شک تو راہ راست پر ہے۔

قرآن مجید نے ان تمام معاملات کو جو انسانی حقوق سے متعلق ہوں، اور معمولی دست بدست لین دین کے نہ ہوں، ضبط تحریر میں لانے کا حکم دیا ہے۔ اور حقیقت کے کسی خفیف معاملے کو بھی اس قید سے مستثنیٰ نہیں کیا اور ایسا کرنے کے فوائد کو ان جامع الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ دیکھو آیت ذیل:

(4).....وَلَا تَسْئَمُوْا أَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا أَوْ كَبِيْرًا إِلَى أَجَلِهِ ذٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنٰى أَلَّا تَرْتَابُوْا ....(البقرة 2:282)

اور نہ سستی کرو اس (قرض) کے میعاد معین تک لکھنے میں معاملہ چاہے چھوٹا ہو چاہے بڑا ایسا امر اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ انصاف والا ہے، اور سب سے زیادہ صاف ہے شہادت کے واسطے اور قریب ہے اس امر کے کہ تم شک میں نہ پڑو۔

آیت کے اس حصہ میں صاف طور پر بتلایا گیا ہے کہ معاملات متعلقہ حقوق و فرائض انسان چاہے چھوٹے ہوں چاہے بڑے اُن کے ضبط تحریر میں لانے میں غفلت یا سستی نہیں ہونی چاہیے۔ اخیر میں اس فن شریف کے اعلیٰ سے اعلیٰ فائدے ظاہر کر کے نوع انسان کے ساتھ اس کا مستحکم تعلق قائم کیا ہے، اور اس طرح پر علمی دُنیا میں لا کر اس کی قدر افزائی سے اس کی اصلی عظمت قائم کی ہے۔

یہ آیت مشہور آیت دَین (قرض) کا آخری حصہ ہے، اس کے ابتدا میں تعلقات انسانی کے ایک چھوٹے سے حصہ کو لیا گیا ہے۔ جس میں صرف دو شخصوں کے حقوق کا تعلق اُن معاملات میں پیدا ہوتا ہے جو دست بدست لین دین کے علاوہ ہیں۔ ان حقوق کی حفاظت کے واسطے معاملہ زیر تجویز کے ضبط تحریر میں لانے کا وجوب قائم کیا

گیا ہے، پھر اس وجوب میں بڑے بڑے معاملات کو داخل کیا ہے، جو آخر کار معاہدات قانونی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد نہایت واضح طور پر بتلایا ہے کہ معاملات کو ضبط تحریر میں لانے سے نتائج یا فوائد ذیل پیدا ہوتے ہیں:

اول: یہ امر اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ باعث عدل وانصاف ہے۔

دوم: یہ امر کسی واقعہ کو بطور شہادت پیش کرنے کا سب سے سیدھا اور مضبوط طریق ظاہر کرتا ہے۔

سوم: یہ امر اہل غرض اشخاص کے شک وشبہ سے بچنے کے واسطے نہایت قریب ذریعہ ہے۔

تمام واقعات متعلقہ مذہب بھی قرآنِ مجید کی اس ہدایت کے ماتحت ہیں کیونکہ وہ تمام جماعت ہائے انسانی سے ایک مستحکم تعلق رکھتے ہیں اور نوع انسان کے حقوق وفرائض کی مضبوط بنیاد قائم کرتے ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ کسی مذہب کے متعلق صحیح علم حاصل کرنے کا سب سے بہتر ذریعہ مذہبی تحریرات ہوتی ہیں۔ لیکن ایسی تحریرات بنانے کے واسطے لازم ہے کہ اُن کو خود بانی مذہب نے لکھا ہو یا اپنی نگرانی میں لکھایا ہو۔ اس قسم کی تحریرات تابعین مذہب پر ہر حالت میں واجب الاتباع ہوتی ہیں اور بلا شبہ مذہبی دستور العمل بننے کی پوری قابلیت رکھتی ہیں۔ دیکھو آیت ذیل:

(5) لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ .... (الحدید 57:25) اور بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ بھیجا، اور ہم نے اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

محققین مذہب کے لیے صرف اسی درجے کی تحریرات کسی مذہب کے صدق وکذب یا

اصلی حقیقت معلوم کرنے کا معیار ہوسکتی ہیں۔ان کتابوں کے سوا کوئی اور بیان زبانی ہو یا تحریری،مذہبی حکم رانی کا حق نہیں رکھتا،خصوصاً ایسے بیانات جب سلسلہ روایات میں آجاتے ہیں تو خیالات اور اہواءِ انسانی کے اختلاط سے پاک نہیں رہتے ۔اس واسطے قرآن شریف کے فیصلہ کے مطابق کبھی اُن کو مذہبی حکومت کا لباس نہیں پہنایا جاتا ، نہ یقین کا درجہ ملتا ہے۔ دیکھو آیات ذیل:

(6) الٓمّٓصٓ o كِتٰبٌ أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ o اِتَّبِعُوْا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ أَوْلِيَآءَ ط قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ o (اعراف 7:3-1)

یہ کتاب ہے جو تجھ پر اتاری گئی ہے، پھر تیرے دل میں اس سے کچھ حرج نہ ہو تاکہ تو اس سے لوگوں کو آگاہ کرے اور (یہ کتاب) ایمان والوں کے واسطے نصیحت ہے۔پیروی کرو اس کی جو تم پر تمہارے رب کی طرف سے اُتارا گیا اور نہ پیروی کرو اس کے سوا اور دوستوں کی تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

(7) تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ج فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ م بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ o (الجاثیة 6:45) یہ اللہ کی آیات ہیں کہ ہم تم پر ساتھ حق کے پڑھتے ہیں،پھر یہ لوگ اللہ اور اُس کی آیات کے بعد کس حدیث پر ایمان لاتے ہیں۔

آیت نمبر (6) میں ہے کہ انبیاء کی سُنت قدیمہ کے موافق جس کا ذکر آیت نمبر (5) میں ہوا ہے ۔ جناب خاتم النّبیین کو بھی ایک کتاب عطا ہوئی ہے اور صرف وہی کتاب واجب الاتباع ہے ۔مذہبی امور میں اس کتاب کے سوا کسی اور بیان کا (تحریری ہو یا تقریری) اتباع منع ہے۔ساتھ ہی یہ امر بھی جتلا دیا گیا ہے کہ تم ان نصیحتوں سے بہت کم

فائدہ اٹھاتے ہو۔

آیت نمبر (7) میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کی آیات کے بعد جو جناب رسول علیہ السلام پر پڑھی جاتی ہیں یہ لوگ اور کس حدیث پر ایمان لاتے ہیں۔

قرآن شریف نے امورِ وہمیہ یا مسائل ظنّیہ کو ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے، اور اُن کو سراسر ضلالت بتلایا ہے، اور ابناءِ اسلام کو بار بار آگاہ کیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسائل ظنّیہ کے گرداب میں ڈالنے سے ہلاک نہ کریں۔ دیکھو آیات ذیل:

(8) وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝ (الانعام 6:116-117)

اور اگر تو اطاعت کرے اکثر گروہ کی جو دنیا میں ہے تو تجھ کو اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں گے۔ وہ پیروی نہیں کرتے مگر ظن کی اور وہ نہیں ہیں مگر اٹکل پچو کہنے والے، بے شک تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اُس کی راہ سے گم راہ ہو رہا ہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔

(9) وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝ (یونس 10: 37) اور نہیں پیروی کرتا اُن میں سے اکثر گروہ مگر ظن کی، بے شک ظن کچھ بھی حق بات (کے علم) سے بے پروا نہیں کرتا۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

قرآن شریف نے یہ بھی بتلایا ہے کہ مسائل ظنّیہ پر چلنے والے غفلت کی بھول بھلیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ الھدیٰ (قرآن مجید) کے آنے کے بعد بھی ایسا مذہب چاہتے

ہیں جواُن کی نفسانی خواھشوں کے مطابق ہو،حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔دیکھوآیاتِ ذیل:

(10) قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ o الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ o (الذّریٰت 51: 11-10)

تباہ ہو گئے اٹکل پچّو کام کرنے والے وہ جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں ۔

(11)....اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى o اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى o (النجم 53: 24-23) وہ نہیں پیروی کرتے مگر ظن کی،اوراُس امر کی جودل چاہتے ہیں،اور بے شک اُن کے پاس اُن کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔کیاانسان کو جوچاہے ملتا ہے؟

اس کے مقابل قرآن مجید کے مسائل کو ہمیشہ مسائل یقینیہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔دیکھوآیات ذیل:

(12) اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ o فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ o (الواقعۃ 56: 96-95)

بے شک یہ (قرآن) حق الیقین ہے پھر تسبیح کر اپنے رب کے نام سے (جو) عظمت والا ہے۔

(13) وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ o فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ o (الحاقۃ 69: 52-51)

بے شک یہ قرآن حق الیقین ہے پھر تسبیح کر اپنے رب کے نام سے جو عظمت والا ہے۔

قرآن مجید نے غیر کتاب اللہ کے اتباع کی ممانعت کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہمیشہ مذہبی مکالمات کے وقت اسی اصول کے مطابق اپنی طرف سے کتاب اللہ کو پیش کیا اور فریق مقابل سے کتاب اللہ ہی کا مطالبہ کیا ان امور کے متعلق چند آیات کو دو ضمنوں میں بیان کیا جاتا ہے۔

ضمن اول

وہ آیات جن میں اپنی طرف سے کتاب اللہ کو پیش کیا گیا۔

(14) قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ط قُلِ اللّٰهُ قف شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ قف وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ......

(الانعام 19:6)

کہہ دے (اے رسولؐ) کونسی شہادت سب سے بڑی ہے۔ کہہ دے اللہ مجھ میں اور تم میں اس امر کا شاہد ہے کہ یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تا کہ میں تم کو آگاہ کروں اور اُس شخص کو جس تک یہ پہنچے۔

(15) وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ o

(الانعام 155:6) اور یہ کتاب برکت والی ہے، ہم نے اس کو نازل کیا ہے، پھر تم اس کی پیروی کرو تا کہ رحم کئے جاؤ۔

(16)..... قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ج هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ o (الاعراف 203:7)

کہہ دے (اے رسولؐ) اور کچھ نہیں میں تو صرف اُس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا گیا ہے میرے رب سے، یہ تمہارے رب کی طرف سے دلائل ہیں اور ہدایت اور رحمت اُن لوگوں کے واسطے جو ایمان لاتے ہیں۔

ضمن دوم

وہ آیات جن میں فریق مقابل سے بھی اُس کی آسمانی کتاب کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

(17) ....قُلْ فَأْتُوْا بِالتَّوْرٰةِ فَاتْلُوْهَآ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ o(ال عمرٰن 3: 93)

(اے رسولؐ) کہہ دے، تم تورات لے آؤ پھر اُس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔

(18) أَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ o فَأْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ o(الصّٰفّٰت 37: 157-156)

کیا تمہارے پاس کوئی دلیل بیان کرنے والی ہے، پھر تم اپنی کتاب لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

(19) أَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ o(الزخرف 43: 21)

کیا ہم نے اِن لوگوں کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے پھر وہ اُس کو محکم پکڑے ہوئے ہیں۔

(20) أَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ o إِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ o

(القلم 68: 38-37) کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے اُس میں تم پڑھتے ہو کہ تمہارے لیے وہی کچھ ہے جس کو تم پسند کرو۔

الغرض قرآن مجید نے مختلف طریقوں سے اس امر کو واضح کر دیا ہے، کہ مذہبی مسائل میں صرف آسمانی کتاب واجب الاتباع اور قابل سند ہو سکتی ہے۔ اور کسی مذہب کی حقیقت اصلی معلوم کرنے کے واسطے آئینے کا کام دے سکتی ہے۔ اس کے سوا باقی کسی بیان یا تحریر کو یہ وقعت نہیں دی جا سکتی۔

فصل چہارم

قرآن مجید کی وحی کو بصورت کتاب دیکھنے کے متعلق قوم کی متفقہ خواہش تھی۔

قرآن مجید کے نازل ہونے کے زمانہ میں لوگ عموماً اس امر کے آرزومند تھے کہ جو حقائق اور احکام انہیں سنائے جاتے ہیں، وہ بصورت کتاب اُن کے پاس جمع ہوں، یہ لوگ بلحاظ اپنے خیالات اور مقاصد کے تین جماعتوں پر تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔

جماعت اوّل

مومنین کی خواہش۔

یہ گروہ ہدایت حاصل کرنے کی غرض سے اپنی قومی زبان میں ایک مجموعہ ہدایات کا خواہش مند تھا، جو کتاب کی صورت میں ہو اور جس کو وہ پڑھ سکیں یا سمجھ سکیں، اس گروہ کا ذکر آیاتِ ذیل میں ہے۔

(1) وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ o اَنْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ o اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ....(الانعام6: 157-155) اور یہ ایک مبارک کتاب ہے۔ اس کو ہم نے اتارا ہے، پھر تم اس کی پیروی کرو اور ڈرو

تا کہ تم رحم کئے جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تم کہو ہم سے پہلے دو گروہوں پر کتاب نازل ہوئی ہے اور ہم اُن کے پڑھنے سے غافل تھے۔ یا تم کہو کہ اگر ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم اُن سے زیادہ ہدایت والے ہوتے پھر بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ گئی ہے۔

ان آیات کے ابتداء میں قرآن مجید کو بصورت کتاب ظاہر کر کے اس کے اتباع کو باعث رحمت قرار دیا ہے۔ اور کتاب کی شکل میں مرتب کرنے کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ جماعت مومنین اس کے یکجائی مطالعہ سے فائدہ اٹھا سکے، اور بمقابلہ دیگر اقوام کے زیادہ ہدایت یافتہ ہو، اخیر میں بتلایا ہے کہ یہی کتاب بادیۂ ضلالت میں بھٹکے ہوؤں کے واسطے باعثِ ہدایت ہے، اور گناہ کی آگ بجھانے کے واسطے آبِ رحمت ہے۔

جماعت دوم

مستہزئین کی خواہش

یہ گروہ بھی ایک کتاب کا خواہشمند تھا لیکن استہزاء کے طور پر، تا کہ کلمات اللہ کی اشاعت رک جائے۔ تعجب یہ ہے کہ اہل کتاب بھی اس جماعت میں شامل تھے جو کُتب سماوی کے قاعدہ نزول سے آگاہ تھے، مگر رقابت نے انہیں چشمہ ہدایت کی موجودگی میں بھی پیاسا ہی رکھا۔ دیکھو آیات ذیل:

(1) يَسْئَلُكَ أَهْلُ الْكِتٰبِ أَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ.....(النسآء 4:153)

تجھ سے اہل کتاب سوال کرتے ہیں کہ تو ان پر آسمان سے کتاب اُتارے۔

(2) وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِأَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ

كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌo(الانعام6: 7)اوراگرہم تجھ پر کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب اُتارتے پھر یہ لوگ اُس کو اپنے ہاتھ سے چھو بھی لیتے تو بھی کافر کہتے یہ نہیں ہے مگر کھلا جادو۔

(3) ....اَوْ تَرْقٰى فِى السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّىْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا o (بنی اسرائیل17: 93) (کافر کہتے ہیں)،یا تُو (اے رسولؐ) آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھ جانے کو نہیں مانیں گے۔یہاں تک کہ تو ہم پر ایک کتاب اُتار لائے جس کو ہم پڑھ لیں۔کہہ دے میرا رب اِن باتوں سے پاک ہے اور میں کچھ نہیں ہوں مگر ایک بشر پیغام پہنچانے والا۔

آیت نمبر1 میں اہل کتاب کی ایک درخواست کا ذکر ہے۔جو بارگاہ رسالت پیش ہوئی۔اس درخواست میں ایسی کتاب کا مطالعہ کیا گیا تھا جو بنی بنائی آسمان سے نیچے آئے۔

آیت نمبر2 میں اس کا جواب حسب ذیل مرقوم ہے۔

"اگر کاغذوں پر لکھی کتاب ان پر اُترے اور یہ لوگ ہاتھوں سے اُسے ٹٹول بھی لیں تو بھی سحر کہیں گے۔"

آیاتِ مابعد میں بتلایا گیا ہے کہ اس سوال میں صرف رسالت سے ہنسی کرنا مقصود ہے۔یہ کوئی نئی بات نہیں ہے،پہلے رسولوں سے بھی استہزا کیا گیا ہے۔ایسی حرکات کے نتائج ہمیشہ انہیں لوگوں پر عائد ہوئے ہیں۔

آیت نمبر3 کی ابتدائی آیات میں اُن رکاوٹوں کا ذکر ہے جو کفار نے کلمات اللہ کی اشاعت کے متعلق بخیال خود پیدا کیں۔انہیں میں سے ایک کا ذکر اس آیت میں اس

طرح مرقوم ہے:

"کفار نے کہا ہم ایمان نہیں لائیں گے جب تک اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں کہ رسول خود آسمان پر چڑھ جائے اور ایک کتاب نازل کرے جس کو ہم پڑھ لیں۔"

اسی آیت میں ان کے اس خیال کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے افعال سے پاک ہے اور رسول صرف انسان ہے۔

یعنی

اوّل: اللہ تعالیٰ کی عادت (سنت اللہ) نہیں ہے کہ:

ا۔ انسان کو آسمان پر بلائے۔

ب۔ انسان کو بنی بنائی کتاب عطا فرمائے۔

دوم: رسول کی طاقت نہیں ہے کہ:

ا۔ خود آسمان پر چڑھ جائے۔

ب۔ بنی بنائی کتاب لے آئے۔

کفار کی یہ خواہش چاہے کیسی ہی قابل ملامت اور نا قابل التفات ہو مگر غور طلب یہ امر ہے کہ کہ استہزا کے انداز میں بھی کتاب ہی کا مطالبہ ہے۔

جماعت سوم

معترضین کی خواہش

یہ عجیب فطرت کے لوگ تھے ان کی خواہش بھی نرالی تھی ، یہ نہایت بے باکی سے درخواست کرتے تھے کہ ہم سے اللہ تعالیٰ کلام کرے ، ہم پر براہ راست وحی آئے ہمیں آسمانی صحیفے ملیں ۔ دیکھو آیات ذیل ۔

(1) وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ط (البقرۃ 2:118)

کہا اُن لوگوں نے جو نہیں جانتے ، اللہ ہم سے کیوں کلام نہیں کرتا ، یا ہمارے پاس کیوں حکم نہیں آتا (براہ راست)

(2) وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ط اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ط (الانعام 6:124)

اور جب ان کے پاس کوئی حکم آتا ہے ، کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہم کو وہی کچھ نہ دیا جاوے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے ۔

(3) فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ o كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ o فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ o بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً o كَلَّا ط بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ o (المدثر 74: 53-49) پھر ان کو کیا ہو گیا ہے کہ اس قرآن سے منہ پھیرتے ہیں ۔ گویا کہ وہ بھاگنے والے گدھے ہیں ،

شیر سے بھاگے ہیں بلکہ اُن میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ (اس کو) کھلے صحیفے دیئے جائیں، ہرگز نہیں، بلکہ یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے ۔

آیت نمبر (2،1) میں اس جماعت کی گستاخانہ خواھشوں کے اظہار کے بعد جواب دیا گیا ہے کہ تمہاری درخواستیں نبوت یا رسالت کی ہیں، یہ منصب محض درخواست پر نہیں ملتا اس امر کا فیصلہ کرنا اللہ تعالٰی کے اختیار میں ہے کہ کون اُس کی ہم کلامی کے لائق ہے اور کون اُس کی رسالت کا بوجھ اٹھانے کی قابلیت رکھتا ہے، کیونکہ وہ اس لیاقت کو سب سے بہتر جاننے والا ہے۔

آیت نمبر (3) میں ایسی خواھشوں کی حقارت سے دیکھا گیا ہے ۔اور صاف ظاہر ہے کہ التَّذْكِرَة (قرآن مجید) کی موجودگی میں رسالت اور آسمانی صحیفوں کی خواہش ایک خوفناک اور نا قابل قبول آرزو ہے، اور اُس صراطِ مستقیم سے اعراض ہے جس کی رہ نمائی اس مقدس کتاب نے کی ہے۔

یہ تینوں جماعتیں کو بلحاظ دلی ارادوں کے آپس میں کیسی ہی مختلف تھیں، مگر سب کی سب کتاب یا صحیفہ کی آرزو میں مشترک حصہ لیتی تھیں ۔ان تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ وحی الٰہی کو بصورتِ کتاب جمع اور مرتب رکھنے کی جو سنت قدیمہ چلی آتی تھی اُس کا جنابِ خاتم النبییّن کے زمانہ میں یہاں تک اثر باقی تھا کہ ہر ایک پہلو سے عام اس سے کہ متانت سے ہو یا استہزاء سے کتاب ہی کا مطالبہ کیا گیا۔

فصل پنجم

وحی کی کتابت ایک جماعت صالحہ کے اہتمام میں تھی۔

قرآن مجید سے اس امر کی روشن شہادت ملتی ہے، کہ اس کے نزول کے زمانے میں کاتبان وحی کی ایک جماعتِ صالحہ مقرر کی گئی تھی، جو بلحاظ دیانت اور تقویٰ کے قوم میں ممتاز درجہ رکھتی تھی۔ اور قرآن مجید کی عظمت بدرجہ غایت اُن کے دلوں میں متمکن تھی۔ دیکھو آیاتِ ذیل:

(1) كَلَّآ إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهُ ۝ فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِأَيْدِىْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ ۭ بَرَرَةٍ ۝ (عبس 80:16-11)

بے شک یہ قرآن ایک نصیحت ہے، پھر جو شخص چاہے اس کو یاد رکھے (یہ) لکھی ہوئی صورتوں میں ہے، جو کرامت والی، ترتیب دی ہوئی، محفوظ ہیں جن کو بزرگ نیک کاتبوں کے ہاتھوں نے لکھا ہے۔

سب سے پہلے اس آیت کے چند ضروری الفاظ کے معانی قرآن مجید کی دوسری تفسیری آیات سے بیان کئے جاتے ہیں۔ پھر اس کا عام مفہوم بیان کیا جائے گا۔

تَذْكِرَة : اس سے مراد قرآن مجید ہے، کیوں کہ یہ اعلیٰ درجے کی نصیحت ہے۔ اس کی تائید میں دیکھو آیات ذیل:

(2) طٰهٰ ۝ مَآ أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝ (طٰہٰ 20:3-1) ہم نے تجھ پر قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ تُو رنج میں

پڑے مگر یہ اُس شخص کے واسطے نصیحت ہے، جو ڈرتا ہے۔

(3) وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَo (الحاقة69:48)

بے شک یہ قرآن متقین کے واسطے نصیحت ہے۔

صُحُفٍ: جمع صحیفہ کی ہے۔ صحیفہ سے مراد کتاب ہے۔ قرآن مجید میں تورات پر صحیفہ اور کتاب دونوں لفظوں کا اطلاق ہوا ہے۔ دیکھو آیات ذیل:

(4) وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ط (حٰمٓ السجدة 41:45)

اور پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی پھر اُس میں اختلاف کیا گیا۔

(5) أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰىo وَإِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰىo (النجم53:37-36)

کیا اُس کو خبر نہیں ملی اُس کی جو موسیٰ کے صحیفے میں ہے اور ابراہیم کے صحیفے میں، جس نے اپنا قول پورا کیا۔

مَرْفُوْعَةٍ: اس لفظ سے اُن صحیفوں کی اعلیٰ اور احسن ترتیب مراد ہے۔ دوسرے مقامات پر یہ لفظ انہیں معانی میں استعمال ہوا ہے دیکھو آیات ذیل:

(6) وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍo (الواقعة56: 34) اور فرش ترتیب دیئے ہوئے ہیں۔

(7) فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌo (الغاشية88:13)

اُس میں تخت ترتیب سے رکھے گئے ہیں۔

آیت نمبر (6) میں فُرُشٌ جمع ہے فرش کی اور آیت نمبر (7) میں سُرُرٌ جمع ہے سریر کی۔ فرش اور سریر ایک ہی مفہوم کو ظاہر کرتے ہیں، اور دونوں آیات ایک دوسری کی مفسر ہیں یعنی قیام گاہ جس پر تکیہ لگایا جاسکے۔ اس مفہوم کی تائید آیات ذیل سے ہوتی ہے۔

(8) مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ج (الطور52:20) اہل جنت ایسے

تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جو باترتیب بچھے ہوئے ہوں گے۔

(9) عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍo مُّتَّكِـِٕیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ o (الواقعة 56: 16-15)

اہل جنت ایسے تختوں پر ہوں گے جو باترتیب لگے ہوئے ہوں گے۔اُن پر تکیہ لگا کر آرام کرنے والے آمنے سامنے ہوں گے۔

آیت نمبر (8) میں سُرُرٍ (واحد سریر) کی صفت مَصْفُوْفَة بیان ہوئی ہے اور آیت نمبر (9) میں سُرُرٍ کی صفت مَوْضُوْنَة بیان ہوئی ہے مصفوف اور موضون ایک ہی مفہوم کو ظاہر کرتے ہیں، اور دونوں آیات ایک دوسری کی مفسر ہیں، یعنی ایسی قیام گاہیں جن پر تکیہ لگایا جا سکے، اور جو مناسب ترتیب سے لگائی گئی ہوں۔

آیت نمبر (9) نے اس مفہوم کی نہایت واضح کر دیا ہے، یعنی اہل جنت ایسی قیام گاہوں پر متمکن ہوں گے جو مناسبت سے ترتیب وار سجائی ہوئی ہوں گی، اور اُن پر آرام کرنے والے متقابل (آمنے سامنے) ہوں گے۔

نتیجہ یہ ہے کہ آیت مندرجہ عنوان میں لفظ مَرْفُوْعَة کے معنے مَصْفُوْفَة (ترتیب دادہ شدہ) کے ہیں۔

مُطَهَّـرَة: اس لفظ کے معنے ہیں محفوظ کئے گئے، یعنی یہ صحیفے شریروں کی دست برد سے محفوظ ہیں۔ اس مقام پر صُحُف کی صفت مُطَهَّـرَة واقع ہوئی ہے۔ دوسرے مقام پر کتاب کی صفت محفوظ درج ہے۔ (دیکھو مفصل بحث مندرجہ فصل دہم (صفحہ 82)، جو کہ آگے آئے گی۔)

صحیفة اور کتاب مترادف الفاظ ہیں۔ چوں کہ صحیفة کی صفت مُطَهَّرَة اور کتاب کی صفت محفوظ واقع ہوئی ہے اس واسطے مُطَهَّرَة اور محفوظ بھی ہم معنے ہیں۔

سَفَرَة :جمع سافر کی ہے، جیسے کتبہ جمع کاتب کی ہے سافر اور کاتب ہم معنے ہیں، سفر بالکسر کے معنے ہیں کتاب جس کی جمع اسفار بمعنٰے کتب ہے، قرآن مجید سے اس معنٰی کی تائید ہوئی ہے۔ دیکھو آیاتِ ذیل:

(10) مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًاط (الجمعة 5:62) اُن لوگوں کی مثال جن کو توراۃ دی گئی پھر انہوں نے اُس کو نہ اٹھایا، اُس گدھے کی طرح جو کتابیں اٹھاتا ہے۔

بَرَرَةٍ: یا ابرار سے جماعت متقین مراد ہے، ان کا ماخذ بِرّ ہے جس کی تعریف قرآن مجید میں اس طرح کی گئی ہے۔

(11) لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ لا وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ج وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ج وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عٰهَدُوْا ج وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ ط أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ط وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ o (البقرة 2:177)

یہ کچھ نیکی نہیں ہے کہ اپنے مونہوں کو شرق اور مغرب کی طرف پھیر دو لیکن نیکی وہ شخص کرتا ہے جو ایمان لایا اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور ملائکہ پر اور تمام کتابوں پر اور تمام نبیوں پر اور دیا مال اس کی محبت پر قرابتیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قائم کی صلوٰۃ اور دی زکوٰۃ اور اپنے عہد کے پورا کرنے والوں کو جب

کہ وہ عہد کریں اور خوف اور تکلیف میں صبر کرنے والوں کو اور لڑائی کے وقت ۔
یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو پرہیز گار ہیں ۔

اس آیت میں لفظ اَلْبِرُّ کی تشریح کے ساتھ یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ ابرار کو متقین بھی کہا گیا ہے ۔تمام تعریف مندرجۂ آیت نوع انسان پر استعمال ہوئی ہے اور درحقیقت انسان ہی اس کا صحیح مورد و مصداق ہوسکتا ہے ۔

سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ سے کاتبین متقین کی جماعت مراد لینا بالکل آیاتِ مذکورہ بالا کے سیاق کے مطابق ہے ۔

آیت نمبر (1) مندرجہ شروع فصل کے تمام الفاظ کی تشریح اور تفسیر سے جو حسب آیات قرآن مجید کی گئی ہے اور الفاظِ آیت کے باہمی ربط کے لحاظ سے ایک صحیح دماغ انسانی اس نتیجہ پر بآسانی پہنچ جاتا ہے کہ قرآن مجید کا نصیحت ہونا، ایک قابل تکریم کتاب کی صورت میں باترتیب ضبط تحریر میں آنا، پاکباز جماعت کی حفاظت میں رہنا، نیکوکار کاتبوں کے ہاتھ سے لکھا جانا، شریروں کی مداخلت سے محفوظ ہونا، تمام ایسے اوصاف ہیں جو نوع انسان سے تعلق رکھتے ہیں ۔

اس تشریح کے بعد آیت (1) کا مطلب حسب ذیل ہوا:

یہ قرآن مجید ایک تذکرہ (نصیحت) ہے، جو شخص چاہے اس کو یاد رکھے، یہ صحیفوں (سورتوں) پر مشتمل ہے، جن کو فضیلت دی گئی ہے، باترتیب لگی ہوئی ہیں، شریروں کی دست برد سے محفوظ ہیں، کاتبوں کی ایک جماعتِ صالحہ کے ہاتھوں سے ضبطِ تحریر میں آئی ہیں ۔

فصل ششم

کلماتِ وحی نزول کے بعد سب سے پہلے قرآن مجید میں لکھے جاتے تھے۔

وحی کے نازل ہونے کے بعد بارگاہ رسالت میں پہلا کام یہ ہوتا تھا، کہ کلماتِ وحی کو کتاب میں درج کیا جائے، اس کے بعد وحیِ مکتوب کی تبلیغ کی جاتی تھی۔اس کی شہادت آیات ذیل سے ملتی ہے۔

(1) وَاتْلُ مَآ أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ (الکهف 18 :27)

اور (اے رسول) پڑھ سنا جو کچھ تجھ پر وحی کی گئی ہے اپنے رب کی کتاب میں سے۔اس کے کلموں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور تو سوا اسکے اور کوئی جائے پناہ ہرگز نہ پائے گا۔

(2) اُتْلُ مَآ أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ .... (العنکبوت 29:45)

اور پڑھ سنا جو کچھ تجھ پر وحی کی گئی ہے کتاب میں سے۔

ان آیات سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

اوّل جناب خاتم النبیین کی طرف وحی آتی تھی۔

دوم وحی کے کلمات کتاب میں درج کئے جاتے تھے۔

سوم کلمات وحی کا لوگوں کو سنایا جانا کتابت کے بعد ہوتا تھا اور جو کچھ سنایا جاتا

تھا وہ اسی کتاب کا جزو ہوتا تھا، کیونکہ کتاب میں سے سنانے کا حکم ہے۔
قرآن مجید کے دوسرے مقامات سے بھی التزام کتابت کی تائید ہوتی ہے۔
دیکھو آیات ذیل:

(3) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى.......
(البقرة2:178)

اے ایمان والو تم پر مقتولوں کی بابت قصاص لکھا گیا ہے۔

(4) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ.....(البقرة2:183)

اے ایمان والو تم پر روزے لکھے گئے ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوگا کہ کلمات اللہ بہ مجرّد سماع کے لئے لکھ لئے جاتے تھے، یعنی وحی اور کتابت لازم وملزوم تھے۔اسی مناسبت کی وجہ سے ان آیات میں لفظ کُتِبَ بہ معنی حکم استعمال ہوا ہے۔

اسی مفہوم کو دوسرے مقام پر دوسرے طریق سے ادا کیا گیا ہے۔دیکھو آیات ذیل

(5) اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ؀(القلم68:47)

کیا ان منکرین کے پاس علم غیب ہے پھر وہ (اسے) لکھ لیتے ہیں۔

اس آیت میں اس امر کا ظاہر کرنا مقصود ہے کہ قرآن مجید کی وحی تو لکھ لی جاتی ہے، کیا ان منکرین کے پاس بھی کوئی غیب سے وحی آتی ہے، جس کو وہ بھی لکھ لیتے ہیں۔

(6) اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ؀(العنکبوت29:51)

کیا ان لوگوں کے لئے (یہ) کافی نہیں ہے کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل

کی ۔بے شک اس میں رحمت اور نصیحت ایسی قوم کے لئے ہے جو ایمان لاتی ہے۔

اس آیت کے ذریعے اُن تمام اوہام کو رفع کیا گیا ہے جس سے کسی آیت غیر مکتوب کا تصور بھی ذہن میں آ سکتا تھا۔اور کھول کر بتلا دیا گیا ہے کہ ہم نے خاتم النبیّین پر جو کتاب نازل کی ہے اور جو لوگوں پر پڑھی جاتی ہے کیا وہ ان کے واسطے کافی نہیں ہے۔بے شک ایمان والوں کے واسطے اسی کتاب میں رحمت اور نصیحت ہے۔

نزول وحی کے زمانے میں تمام نازل شدہ کلمات وحی کا تحریر ہو کر بصورت کتاب جمع اور مرتب ہونا ایک مشہور عام واقعہ تھا،چنانچہ قران مجید میں اگر ایک مقام پر لفظ قران استعمال ہوا ہے تو دوسرے مقام پر اسی کی مشابہ آیت میں لفظ کتاب آ گیا ہے۔

اسی کتاب کےلزوم کی وجہ سے قرآن مجید کا دوسرا نام الکتاب یا الکتاب المبین آیا ہے۔دیکھو آیات ذیل:

(7) الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ o اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ o (یوسف 12:2-1) یہ اس کتاب بیان کرنے والی کی آیات ہیں جس کو ہم نے بنایا ہے عربی قرآن تا کہ تم سمجھو۔

(8) حٰمٓ o وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ o اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ o (الزخرف 43:3-1) قسم ہے اس کتاب بیان کرنے والی کی ہم نے اس کو بنایا ہے (کیا ہے) عربی قرآن تا کہ تم سمجھو۔

علاوہ اس کے ان آیتوں میں الفاظ ذیل واقع ہوئے ہیں:

" اَنْزَلْنٰهُ ، جَعَلْنٰهُ جو ہم مضمون ہیں ۔دونوں میں ضمیر واحد کا استعمال ہوا،جس کا مرجع

بھی واحد ہونا ضروری ہے۔ دونوں آیتوں میں ضمیر کا مرجع اَلْكِتٰبَ ہے۔ اگر قرآن مجید علیحدہ علیحدہ اجزا میں ہوتا تو نہ اُس پر ضمیر واحد کا استعمال ہوتا نہ اُس پر الْكِتٰبَ کا لفظ صادق آتا۔

قرآن مجید کے مکتوب ہونے کا واقعہ ایسا عام تھا کہ کفار کو بھی نزول وحی کے زمانے میں اس امر کا اقرار ہی کرنا پڑا، گو وہ بد قسمتی سے اس عظیم الشان نعمت سے محروم رہ گئے۔ دیکھو آیت ذیل:

(1) وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ (الفرقان 25: 5)

اور کفار نے کہا (یہ) پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں اس رسولؐ نے اِن کو لکھ یا لکھا رکھا ہے پھر وہی اُس پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں۔

....

فصل ہفتم

قرآن مجید کی ترتیب وحی سے ہوئی۔

حقیقی مذہب اسلام کا یہ ایک محقق مسئلہ ہے کہ جناب خاتم النبیّن نے وحی الٰہی کی ہدایت سے تمام کلمات اللہ کو الکتاب (قرآن مجید) میں ترتیب دیا۔ جناب ممدوح کی حیات بابرکات میں کاتبوں نے اسی ترتیب سے اُس کو لکھا، اور حافظوں نے اسی طرح اُس کو حفظ کیا۔ یہ مضمون قرآن مجید میں کئی طریق سے بیان ہوا ہے اس مقام پر اُن میں سے صرف تین طریق لکھے جاتے ہیں۔

طریق اول

اس میں وہ آیات درج ہیں جن سے خالص ترتیب کے مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔

(1) طٰهٰo مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓیo اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰیo

تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰیo (طٰہٰ 20:4-1)

نہیں نازل کیا ہم نے تجھ پر یہ قرآن تاکہ تو تکلیف اٹھائے مگر نصیحت ہے اس شخص کے لیے

جو ڈرتا ہے۔ یہ ترتیب اُس ذات پاک کی طرف سے ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا۔

(2) الٓمّٓo تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَo اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ

بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ...(السجدۃ 32:3-1) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کتاب

(قرآن مجید) کی ترتیب رب العالمین کی طرف سے ہے کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کتاب

کو اس رسولؐ نے خود ترتیب دے لیا ہے (ایسا نہیں) بلکہ یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے۔

(3) تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِo (الزمر 39:1)

اس کتاب کی ترتیب اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے ہے۔

ان آیات میں لفظ تَنْزِيْل قابل غور ہے، جس سے آیات کی مواصلت یا ترتیب مراد

ہے جیسا کہ دوسری آیت میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ دیکھو آیت ذیل:

(4) وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَo (القصص 28:51)

اور بے شک ہم نے ان لوگوں کے واسطے قرآن مجید کو ترتیب دیا ہے تا کہ یہ نصیحت حاصل کریں۔

تنزیل بہ معنے ترتیب کی دوسری آیات سے بھی شہادت ملتی ہے۔ دیکھو آیات ذیل:

(5) وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًاo (الفرقان 25:25)

جس دن پھٹ جائے گا آسمان ساتھ بادلوں کے اور ملائکہ ترتیب وار قائم ہوں گے۔

(6) يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ... (النبا 78:38)

جس دن روح اور ملائکہ ترتیب وار قائم ہوں گے۔

آیت نمبر (5) میں ذکرِ قیامت کے سلسلہ میں تنزیلِ ملائکہ کا ذکر ہے۔

آیت نمبر (6) میں تنزیل کی تفسیر صفًا سے کی گئی ہے۔یعنی قیامت کے دن ملائکہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں صف بستہ (ترتیب وار) کھڑے ہوں گے۔

لغت میں بھی تنزیل کے معنے ترتیب دینے کے ملتے ہیں۔دیکھو منتھی الارب۔

آیات نمبر (1 تا 3) میں اس کتاب (قرآن مجید) کی تَنْزِیْل (مواصلت یا ترتیب) کو اس ذات پاک کی طرف منسوب کیا گیا ہے:

الف۔جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو ایک خاص ترتیب میں پیدا کیا ہے۔

ب۔جس نے ہمیشہ اہل عالم کی تربیّت کی ہے جو آئندہ تربیت کرے گا۔

ج۔جو سب پر غالب اور کامل حکمت والا ہے۔

بعض منکرین خیال کرتے تھے کہ یہ قرآنِ مجید خاتم النبیّین کا اپنا بنایا ہوا اور اپنا ترتیب دیا ہوا ہے۔آیت نمبر (2) میں صاف طور پر اس امر کی تردید کی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ یہ قرآنِ مجید اس رسولؐ کا اپنا بنایا ہوا نہیں، بلکہ اس کی تنزیل (ترتیب) ربُّ العالمین کی طرف سے ہے۔

آیت نمبر (1) میں بیان ہوا ہے کہ آیات کی ترتیب سے وہ لوگ مستفید ہوتے ہیں جن کے دلوں میں خشیت (ڈر) ہے دوسرے مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ خشیت عالمانِ کتابُ اللہ کا حصہ ہے۔دیکھو آیت ذیل:

(6) اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ...(فاطر 35:28)

(اللہ سے اُس کے بندوں میں سے صرف علماء ڈرتے ہیں ۔)

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ حل مطالب کے لیے آیات کا باہمی ربط بجائے خود ایک تفسیر ہے، جس پر دوسری تفسیری آیات سے مزید روشنی پڑتی ہے ۔ان ہر دو معیار کو نظر انداز کرنے کی صورت میں انسان بہ مشکل کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے ۔کتاب اللہ کے حقیقی علم حاصل کرنے کا راز یہی ہے کہ ترتیب آیات سے نصیحت حاصل کی جائے اور تفسیری آیات سے بصیرت کو بڑھایا جائے ۔

طریق دوم

اس میں وہ آیات درج ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید باوجود متفرق طور پر نازل ہونے کے باترتیب رکھا جاتا تھا ۔

(1) وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ○(بنی اسرآئیل 17:106)

اور یہ قرآن کہ بیان کیا ہم نے اس کو اس کی غرض یہ ہے کہ (اے رسولؐ)تو اس کو لوگوں پر وقفہ سے پڑھے اور ہم نے اس کو خاص ترتیب میں کر دیا ہے ۔

(2) وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ○(الفرقان 25:32)

کہا اُن لوگوں نے کہ کافر ہوئے، کیوں نہ اس رسولؐ پر سارا قرآن ایک بار نازل ہوا ۔اسی طرح ہم نے اُس کو اتارا ہے تا کہ ہم اس سے تیرے دل کو مضبوط رکھیں اور ہم نے اس کو خاص ترتیب میں تالیف کیا ہے ۔

آیات نمبر (1،2) کے پہلے حصوں میں صاف طور پر بتلایا گیا ہے کہ قرآن مجید ایک ہی دفعہ نازل نہیں ہوا، اور اُس کے متفرق طور پر نزول کی اغراض حسب ذیل ہیں:

اوّل: جناب خاتم النبیّین جماعت مخاطبین کو آسانی کے ساتھ قرآن مجید سنا سکیں اور سامعین آسانی کے ساتھ اُس کو محفوظ رکھ سکیں۔

دوم: جناب ممدوح کے لوح دل پر کلمات اللہ کا نقش ہو جائے، تا کہ ہر وقت ہر حال میں تبلیغ وحی پر قادر ہوں۔

اس کے بعد دونوں آیتوں کے پچھلے حصوں میں الفاظ تنزیل اور ترتیل واقع ہوئے ہیں۔ دونوں آیات مختلف انداز میں ایک ہی مفہوم مذکورہ بالا کو ظاہر کرتی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ لفظ تنزیل اور ترتیل ہم معنی ہیں، اور ان سے قرآن مجید کی ترتیب و تالیف مراد ہے، جس کو دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔

تنزیل کے معنی کی تشریح طریق اول میں ہو چکی ہے۔ ترتیل کے معنی لغت میں اس طرح مرقوم ہیں۔ "نیکو تالیف نمودن" دیکھو منتہی الارب۔ صاحب قاموس نے اس معنی کو اور بھی واضح الفاظ میں ادا کیا ہے، یعنی فقرہ عرب رتـل الـکلام ترتیلا کے معنی ہیں اَحْسَنَ تالیفہٗ: (اس نے اس کو اچھی طرح ترتیب دیا۔)

قرآن مجید اگر ایک ہی دفعہ اہل عالم کے روبرو پیش کیا جاتا تو اس کی ترتیب کی نسبت کوئی سوال پیدا نہ ہوتا۔ مگر چونکہ اس وحی رب العالمین کو وقتاً فوقتاً سنایا گیا اس واسطے اس کی ترتیب کا سوال بھی پیدا ہو گیا۔ جس کا فیصل کرنا قرآن مجید کے لیے لازم تھا، کیوں کہ آیات کی مواصلت اور ترتیب سے جو مضامین پیدا ہوتے ہیں اُن کا قطعی الدلالت (یقینی) ہونا اسی سوال کے فیصلہ پر منحصر تھا۔

آیات نمبر (2،1) نے اس سوال کو احسن طور پر فیصل کر دیا کہ قرآن مجید کو متفرق طور پر نازل ہوا ہے، پھر بھی اُس کی ترتیب اور تالیف من جانب اللہ ہے۔ یعنی سلسلہ ترتیب آیات سے جو مضامین پیدا ہوتے ہیں وہ ایسے ہی یقینی ہیں جیسے ایک آیت کا اندرونی مضمون۔

طریق سوم

اس میں وہ آیات درج ہیں جن میں قرآن مجید کی ترتیب کی تبدیلی پر وعید مرقوم ہے۔

(1) وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ○ (یونس 15:10)

اور جب اُن پر ہماری کھلی کھلی آیات پڑھی جاتی ہیں، وہ لوگ جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے، کہتے ہیں اس کے سوا ایک اور قرآن لا، یا اس کو بدل ڈال، کہہ دے (اے رسولؐ) مجھ سے نہیں ہوگا کہ میں اس کو اپنی طرف سے بدل دوں، میں پیروی نہیں کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی کی گئی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

ایک جماعت نے جو بعث بعد الموت (قیامت) کی منکر تھی، جناب خاتم النبیّن کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ وہ اس نسخۂ قرآن مجید کو پسند نہیں کرتے جو دربار رسالت میں موجود ہے، اور چاہتے ہیں کہ:

الف۔ اس کو کسی اور صورت میں کر دیا جائے جو موجودہ شکل کے مغائر ہو یا

ب۔ اس میں کچھ تبدیلی کی جائے۔

اس کا جواب اس طرح پر دیا گیا کہ:

اول: قرآن مجید میں کسی قسم کی اپنی طرف سے تبدیلی کرنا منصب رسالت کے خلاف ہے۔

دوم: قرآن مجید کے متعلق ہر ایک امر میں (تبلیغ ہو یا جمعیت یا ترتیب) صرف اللہ تعالیٰ کی وحی کا اتباع کیا جاتا ہے

سوم: ان امور کی خلاف ورزی میں عذاب قیامت تیار ہے۔

یہ آیت صاف اور صریح شہادت اِس امر کی ہے کہ قرآن مجید کی ترتیب بذریعہ وحی ہوتی اور اس ترتیب میں کس قسم کی مداخلت خود جناب ممدوح کی طرف سے بھی نہیں ہوئی۔ کیوں کہ اس آیت میں ہر ایک قسم کی تبدیلی کو گناہ قرار دیا گیا ہے جس کی پاداش میں مرتکب کے لیے قیامت کا عذاب ہے۔

قطع نظر اس کے رسول ربُّ العالمین کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ امور متعلقۂ رسالت میں اپنی طرف سے کسی قسم کی مداخلت کرے۔ دیکھو آیات ذیل:

(2)....وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ....(الرعد13:38)

اور نہیں لائق کسی رسول کے واسطے یہ کہ کوئی آیت لائے مگر اللہ کے اذن سے۔

(3)...وَمَا كَانَ لَنَا أَن نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ.... (ابراھیم14:11)

(کہا رسولوں نے) ہمارے لائق نہیں ہے کہ ہم تمہارے پاس کوئی دلیل (آیت) لائیں مگر اللہ کے حکم سے۔

(4).... فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝(النحل16:35)

پھر رسولوں کا کچھ ذمہ نہیں ہے بجز صاف صاف (حکم) پہنچا دینے کے۔

یہ آیات رسالت الٰہی کے اعلیٰ منصب کی کیفیت ظاہر کرتی ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کا رسول جس آیت کو لاتا ہے اور جس محل پر لاتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لاتا ہے۔

فصلِ ہشتم

دربارِرسالت میں قرآن مجید کاایک جامع اورمرتب نسخہ ہر وقت موجود رہتا تھا۔

قرآن مجید کی بہت سی آیات اُس کے مطالعہ کرنے والے کوآسانی کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچا دیتی ہیں کہ اس کتاب کا جس قدر حصہ وقتاً فوقتاً نازل ہوتا تھا، وہ بطور اصل جامع نسخہ کے بارگاہ رسالت میں ہر وقت موجود رہتا تھا۔ چنانچہ جناب خاتم النبیین نے سب سے پہلے جس کتاب پر خود ایمان لانے کا اعلان فرمایا وہ وہی نسخہ قرآن مجید تھا جو بطور اصل کتاب کے دربارنبوی میں موجود تھا اورجس کی نقول مومنین کے پاس تھیں۔ پھر عام مومنین کو اُسی کتاب پر ایمان لانے کی دعوت فرمائی۔ پھر اُسی کتاب کو نصاب تعلیم مقرر فرما کر خواندہ جماعت میں خود بذاتِ اقدس اس کی تعلیم کا سلسلہ جاری فرمایا۔

وعظ وتذکیر کے وقت وہی کتاب جناب ممدوح کی رفیق ہوتی تھی۔ مخالفین کو نہایت دلیری اور آزادی کے ساتھ اسی کتاب پر تدبر اور تفکّر کے واسطے اُکسایا جاتا تھا، اُسی کتاب کو ہمیشہ مفصل اور جامع ظاہر فرمایا جاتا تھا۔

ان تمام امور کے متعلق قرآن مجید میں شہادتیں موجود ہیں، جن کوآسانی کی غرض سے مختصراً علیحدہ علیحدہ ضمنوں میں بیان کیا جائے گا۔

پہلا ضمن

وہ آیات جن میں خود جناب خاتم النبیّن کے ایمان بالکتاب کا بیان ہے۔

(1) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ...(البقرۃ 2:285)

ایمان لایا یہ رسولؐ اُس کتاب پر جو اس پر اس کے رب کی طرف نازل کی گئی۔

(2) اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ۝(الزمر 2:39)

ہم نے تیری طرف (اے رسولؐ) کتاب برحق نازل کی ہے، پھر تو اللہ کی عبادت کر اس حال میں کہ تو اُس کے واسطے دین کو خالص کرنے والا ہے۔

آیت نمبر (1) میں بیان ہے کہ جو کچھ جناب ممدوح پر رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا پہلے وہ خود اُس پر ایمان لائے۔

آیت نمبر (2) میں بتلایا گیا ہے کہ جو کچھ نازل ہوا وہ الکتاب کی شکل میں مرتب ہوا اور اُس پر ایمان لانے کے علاوہ خود جناب ممدوح کو خلوصِ قلب کے ساتھ اس کے احکام پر عمل کرنے کا حکم ہوا۔

(3)...وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ...(الشوریٰ 42:15)

کہہ دے (اے رسولؐ) میں اس پر ایمان لایا جو اللہ نے کتاب میں سے نازل کیا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تم میں عدل قائم کروں۔

اس آیت سے اس امر کا جتلانا مقصود ہے کہ اس کتاب پر ایمان اور عمل جناب ممدوح کی

ذات تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کو اہل عالم کے ساتھ ایک مضبوط تعلق ہے، اور جناب ممدوح مامور ہوئے ہیں کہ اس کتاب کے ذریعے سے دُنیا میں عدل کی مستحکم بنیاد قائم کریں۔

یہ شان دار اور پُر شوکت الفاظ جس عظیم الشان روحانی سلطنت کے بنیادی پتھر کی صورت میں جلوہ گر ہوئے ہیں، نہایت صفائی سے ظاہر کر رہے ہیں کہ اُس کا بانی ایسا شخص نہیں جو خلق اللہ کو ایک انسان کی رائے کے تابع کرنا چاہتا ہے۔ بلکہ اُس کا دعویٰ خالص اس اس امر پر مبنی ہے کہ وہ مامور ہے، رسولؐ ہے، اس امر کا پابند ہے کہ مَا انزَ لَ اللّٰہ کو ایک کتاب کی شکل میں مرتب رکھے، تا کہ وہ کتاب آنے والی ضرورتوں میں:

ل۔ اپنے عمل کرنے والوں کو تاریک دُنیا میں محفوظ اور پُر امن راہیں بتلائے۔

ب۔ عام لوگوں کو اس پاک اور برگزیدہ مذہب کے اصول اور طریقہ ہائے عمل سے آگاہ کرے۔ اسی کتاب کا دوسرا نام قرآن ہے۔ دیکھو آیاتِ ذیل:

(4) الٓرٰ قف تِلْکَ اٰیَاتُ الْکِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ o (الحجر 15:1)

الٓرٰ۔ یہ اس کتاب یعنی قرآن بیان کرنے والے کی آیات ہیں۔

(5) طٰسٓ قف تِلْکَ اٰیَاتُ الْقُرْاٰنِ وَکِتَابٍ مُّبِیْنٍ o (النمل 27:1)

یہ اس قرآن یعنی کتاب بیان کرنے والی کی آیات ہیں۔

یہ دونوں آیات ایک دوسری کی تفسیر کرتی ہیں۔ آیت نمبر (4) میں جس مجموعہ کو الکتاب سے تعبیر کیا ہے، آیت نمبر (5) میں اسی مجموعہ کو القران فرمایا ہے۔ اسی آیت نمبر (4) میں لفظ قرآن اور اُس کے مقابل آیت نمبر (5) میں لفظ کتاب کا استعمال ہوا ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ الکتاب کا دوسرا نام القران ہے۔

دوسرا ضمن

وہ آیات جن میں مخاطبین رسالت کو اصل مکتوب نسخہ قرآن مجید کی دعوت کی گئی ہے۔

(1) يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ...(النسآء 4: 36) اے ایمان والو! اللہ اور اُس کے رسولؐ پر اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو اللہ نے اپنے رسولؐ پر اتاری ہے۔

اس آیت میں الکتٰب (قرآن مجید) کی موجودگی کو ایک اور شکل میں ظاہر کیا گیا ہے، یعنی مومنین کے ایمان کا مدار دو باتوں پر ہے۔

اوّل: اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانا۔

دوم: اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کی حیثیتِ رسالت پر ایمان لانا۔ ان دونوں باتوں کی تشریح واؤ تفسیر کے ساتھ اسی آیت میں کر دی گئی ہے، یعنی ان پر ایمان لانے کا واسطہ یہ ہے کہ اُس کتاب پر ایمان لاؤ جو اللہ نے اپنے رسولؐ پر نازل کی ہے اور جس کی تبلیغ جناب خاتم النبیینؐ کو منصب رسالت سے ممتاز کرتی ہے۔

(2) وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ٥

اور یہ ایک مبارک کتاب ہے، اس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ پھر تم اس کی پیروی کرو اور ڈرو تا کہ تم رحم کئے جاؤ۔

جس طرح اس کتاب پر ایمان لانا اور عمل کرنا، جناب ممدوح کا ذاتی فرض تھا، اُسی طرح آیت نمبر (2) میں مومنین کو حکم ہوا ہے کہ وہ بھی اسی کتاب پر ایمان لائیں اور عمل

کریں کیوں کہ ایسا کرنا باعث رحمت ہے۔

آیت نمبر (2) میں لفظ ھـذا غور کے لائق ہے۔قرآن مجید کی زبان میں ھـذا سے جب کسی مادی شے کی طرف اشارہ ہوتو اُس کا اُس مقام پر مجموعًا موجود ہونا ضروری ہے۔ اس کی مثالیں قرآن مجید میں بہ کثرت موجود ہیں۔دیکھو آیاتِ ذیل:

(ا) فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا.....(البقرة2: 79) پھر افسوس اُن لوگوں پر ہے جو اپنے ہاتھوں سے ایک کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے تا کہ اُس کے ذریعہ تھوڑا مول لے لیں۔

اس آیت سے صرف اس قدر استدلال مقصود ہے کہ ایک جماعت اپنے خیالات سے ایک کتاب لکھتی پھر اُسی کو ھـذا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (یہ اللہ کی طرف سے ہے) کہتی تھی۔اس آیت میں اُسی کتاب پر جو اُن کے ہاتھوں میں مجموعاً موجود تھی، لفظ ھـذا بولا گیا تھا۔

(ب) اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا...(النمل 27: 28) میرا یہ مراسلہ لے جا۔

اس آیت میں ھذا کا مشارٌ الیہ وہ مراسلۂ شاہی متعلق بہ تبلیغ رسالت تھا، جس کو جناب سلیمانؑ نے پہلے سفیر کے حوالے کیا پھر اُسی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

''یہ میرا مراسلہ لے جا۔''

جب مشارٌ الیہ دو یا زیادہ ہوں تو اُسی نسبت سے صیغہ تثنیہ، ھٰذان یا صیغہ جمع ھـؤلاء استعمال کیا جاتا ہے۔ھـذا کا اشارہ جہاں کتاب کے سوا اشیا یا اشخاص پر ہوا ہے اُس کی بھی چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں ان سب میں مشارٌ الیہ کا اُس مقام پر

مجموعاً موجود ہونا پایا جاتا ہے۔

(ج) .... كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ج قَالَ يٰمَرْيَمُ أَنّٰى لَكِ هٰذَا ط قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ..(ال عمران3: 37)

جب زکریا اُس (مریم) کے پاس عبادت گاہ میں جاتا تو اس کے پاس کھانے کی چیز پاتا (زکریا نے ایک دفعہ کہا) اے مریم تیرے لیے یہ چیز کہاں سے آئی ہے (مریم) نے کہا اللہ کے پاس سے۔

جناب زکریاؑ مریم صدیقہؑ کے مذہبی متکفل تھے، وہ ممدوحہ مذکورہ کو دیکھنے کے واسطے اُس کے مکان میں جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اُس کے پاس کھانے کی چیزیں موجود پا کر دریافت فرمایا، یہ کہاں سے ملی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے بھیج دی ہیں۔

(د) اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا ..... (یوسف12: 93) میری یہ قمیص لے جاؤ۔

جناب یوسفؑ نے اپنی موجود قمیص کی طرف اشارہ کر کے بھائیوں کو حکم دیا کہ اسے میرے باپ (جناب یعقوبؑ) کی حضور میں لے جاؤ۔

(ہ) ... أَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا o (الفرقان 25: 41)

کیا یہی ہے جس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اس آیت میں ھذا کے مشارٌ الیہ جناب خاتم النبیّٖن ہیں جنہیں دیکھ کر کفار آپس میں کہا کرتے تھے کیا یہی وہ شخص ہے جو اللہ کی طرف سے رسولؐ ہو کر آیا ہے۔

تمام آیاتِ متذکرۂ بالا میں جب مشارٌ الیہ کا اس مقام پر موجود ہونا تسلیم کیا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ جن مقامات میں قرآن مجید کی نسبت ھذا کا استعمال ہوا ہے وہاں اُس

کا یکجا موجود ہونا تسلیم نہ کیا جائے۔

اس مقام پر چند آیات کا درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جو آیت نمبر (2) کی تائید میں ہیں۔

(3) فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ○ (الکہف 18:6) پھر شاید تو (اے رسولؐ) اپنی جان کو مارے غم کے ان لوگوں کے پیچھے ہلاک کرنے والا ہے کہ یہ اس قرآن پر ایمان نہیں لائے۔

(4) وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا ○ (الفرقان 25:30) اور کہا رسولؐ نے اے میرے رب بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا ہے۔

(3) وَمِنْ قَبْلِہٖ کِتٰبُ مُوْسٰٓی اِمَامًا وَّرَحْمَۃً ط وَھٰذَا کِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا صلے وَبُشْرٰی لِلْمُحْسِنِیْنَ ○ (الاحقاف 46:12) اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت تھی اور یہ کتاب ہے تصدیق کرنے والی عربی زبان میں، تا کہ آگاہ کرے اُن لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور بشارت ہے احسان کرنے والوں کے واسطے۔

ان آیات میں بتلایا گیا ہے کہ یہی نسخہ قرآن مجید ہے:

ا۔ جس پر ایمان نہ لانا باعث ملال سید الابرار ہے۔

ب۔ جس سے علیحدگی اختیار کرنے پر قوم کا اصرار ہے۔

ج۔ جس میں محسنین کے لیے بشارت اور ظالموں کے لیے انذار ہے۔

تیسرا ضمن

وہ آیات جن سے اسی قرآن مجید کا نصاب تعلیم مقرر ہونا پایا جاتا ہے۔

(1) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ o(ال عمران3: 164) بے شک اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا جب انہیں میں سے اُن میں رسول بھیجا، پڑھتا ہے اُن کو اللہ کی آیات اور انہیں پاکیزگی کی راہ بتلاتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

اس آیت کو اس امر کی شہادت میں پیش کیا جاتا ہے، کہ زمانِ سعادت اقتران جناب خاتم النبیین میں جو لوگ تعلیم کی قابلیت رکھتے تھے ان کو کتاب اللہ کی تعلیم دے کر اور جو لوگ اس درجے کے نہ تھے اُن کو کتاب اللہ سنا کر، وحی کی تبلیغ کی جاتی تھی، اور اس تعلیم اور تلاوت کے اہم فرض کو جناب ممدوح خود بنفس نفیس انجام فرماتے تھے۔

یہ سلسلۂ تعلیم مقامی اشخاص تک ہی محدود نہ تھا بلکہ دور دراز مقامات کے لوگوں کو بھی اس جماعت میں شامل ہونے کی تحریک کی جاتی تھی تا کہ وہ قرآن مجید کی تعلیم سے مستفید ہو کر اہل وطن کو اس نُور کی روشنی سے منوّر کریں۔ اس کے متعلق دیکھو آیات ذیل:

(2) وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o(ال عمران3: 104) اورتم میں سے ایک جماعت ہونی چاہئے کہ قرآن مجید کی طرف دعوت کرے، اچھے کام کا حکم دیں اور بُرے کام سے روکیں اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

(3) وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ o(التوبة9: 122) اور ممکن نہیں کہ مسلمان (مدافعت کے لئے) سب کے سب نکلیں پھر کیوں نہ نکلی ہر فرقہ میں سے ایک جماعت تا کہ دین میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کے پاس واپس جاتے اُن کو آگاہ کرتے تا کہ وہ (خوابِ غفلت سے) جاگ اٹھیں۔

(4) بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ ۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ..... (العنکبوت 29: 49)
بلکہ وہ کھلی کھلی آیات ان لوگوں کے سینوں میں ہیں جن کو قرآن مجید کا علم دیا گیا ہے۔

ان تعلیم پانے والوں کی دو جماعتیں تھیں ایک جماعت اطرافِ مُلک میں قرآنِ مجید کی شہادت ادا کرنے کے واسطے تیار کی جاتی تھی، جس کا ذکر آیات نمبر (3،2) میں ہے۔ دوسری جماعت قرآن مجید کو بغیر مدد کتاب کے اپنے سینوں میں محفوظ رکھتی تھی۔ ان جماعتوں کی بنیاد ایسے مضبوط طریق پر رکھی گئی تھی جب تک اسلام قائم رہے یہ جماعتیں بھی موجود ہیں۔ ان جماعتوں کے تعلیمی نتائج کے متعلق دیکھو آیاتِ ذیل:

(5) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ o(ال عمران3: 18) اللہ نے گواہی دی کہ بے شک کوئی معبود نہیں مگر وہی اللہ اور ملائکہ اور اہل علم نے انصاف پر

قائم ہوکر گواہی دی کہ اللہ غالب حکمت والے کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔

(6) وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ o (الرعد 43:13) اور کافر کہتے ہیں تو رسولؐ نہیں۔ کہہ دے اے رسول میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے اور لوگ جن کو الکتٰب (قرآنِ مجید) کا علم ہے (گواہ ہیں)

(7) وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ o (العنکبوت 43:29) اور یہ مثالیں ہے جن کو ہم لوگوں کے واسطے بیان کرتے ہیں اور ان کو سوائے اہل علم کے کوئی نہیں سمجھتا۔

(8) وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ o (سبا 6:34) اور وہ لوگ جن کو (قرآن مجید کا) علم دیا گیا ہے جانتے ہیں کہ جو کچھ تجھ پر تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ حق ہے اور اللہ غالب، حمد کے لائق کے رستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

یہی جماعت تھی جنہوں نے طلبِ حق کی راہ سے قرآن مجید کا علم حاصل کیا۔ اور مذہب اسلام کی حقانیت اور ذاتِ باری کی وحدانیت پر آزادی اور انصاف سے شہادت دی۔

یہی جماعت تھی جن کی شہادت کو تصدیق رسالت کے واسطے تمام انسانی جماعت میں کافی سمجھا گیا۔

یہی جماعت تھی جن کے سر پر سب سے اول تعلیم قرآن مجید کا تاج رکھا گیا۔

یہی جماعت تھی جنہوں نے اہل عالم کو دکھلا دیا کہ یہی کتاب برحق (قرآن مجید) صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

اس جماعت کی روحانی ترقیات کا اندازہ قرآن مجید کا بہت سا حصہ مطالعہ کرنے کے بغیر نہیں ہوسکتا ۔اس مقام پر صرف چند آیات بلحاظ مناسبت مضمون لکھی جاتی ہیں ۔

(9) .... اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ o

(فاطر 35:28) اللہ سے صرف اُس کے بندوں میں سے قرآنِ مجید کے جاننے والے ڈرتے ہیں ۔بے شک اللہ غالب بخشنے والا ہے ۔

(10).... يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙوَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕوَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ o(المجادلة58: 11) اللہ تم میں سے اُن لوگوں کے درجے بلند کرتا ہے جو ایمان لائے اور جس کو (قرآن مجید) کا علم دیا گیا ہے اور اللہ تمہارے عملوں سے آگاہ ہے ۔

(11).... اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕوَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕاُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕاَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o(المجادلة58: 22)

یہی لوگ ہیں کہ اللہ نے اُن کے دلوں کو ایمان سے روشن کردیا اور اپنے روح سے اُن کی تائید کی اور اُن کو جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ لوگ اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ۔اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہوئے ۔ یہ ہے اللہ کی جماعت یاد رکھو بے شک اللہ ہی کی جماعت نجات پانے والی ہے ۔

آیت نمبر (9) میں بتلایا گیا ہے کہ جنھوں نے فی الحقیقت قرآن مجید کا علم حاصل کیا ہے ان میں بطور نتیجۂ تعلیم خشیت الٰہی پیدا ہوگئی ہے ۔

آیت نمبر (10) میں بیان ہے کہ وہ جماعت جو ایمان کے ساتھ قرآن مجید کے علم اور ایمان سے بہرہ مند ہے عزّت اور رفعت کا تاج انہیں کے سروں پر ہے ۔اور دونوں

جہاں میں کامیابی انہیں کا حصہ ہے۔

آیت نمبر (11) میں اس عزت کی تشریح اس طرح پر کی گئی ہے کہ:

(۱۔اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے دلوں میں ایمان کی روشنی پیدا کر دی ہے۔

ب ۔اس جماعت کی تائیدروح القدس سے ہوئی ہے۔

ج ۔یہ جماعت ہمیشہ جنت میں رہے گی۔

د۔اس جماعت کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام پر راضی ہوئے۔

ھ۔یہ لوگ اللہ تعالےٰ کی جماعت ہیں اور نجات اسی جماعت کا حصہ ہے۔

چوتھا ضمن

وہ آیات جن سے جناب خاتم النبیّین کے پاس وعظ و نصیحت کے وقت نسخہ قرآن مجید مکتوب کا موجود ہونا پایا جاتا ہے۔

(1)..وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ.....(البقرة2:231) اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے اور جو کچھ تم پر کتاب و حکمت سے اُتارا گیا ہے وہ (رسول) تم کو اس کتاب سے نصیحت کرتا ہے۔

(2).....وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ.....(الانعام6:19) اور (اے رسولؐ شہادت دے) میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تا کہ میں تم کو آگاہ کروں اور اُس شخص کو جسے (یہ) پہنچے۔

(3) رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ ايٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ....(التحریم 66:11) (اللہ کا)

رسول تم پر اللہ کی کھلی کھلی آیات پڑھتا ہے تا کہ اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے تاریکی سے نُور کی طرف نکالے۔

(4) رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ (البینۃ 98:3-2)

اللہ کا رسول محفوظ صحیفے پڑھتا ہے جن میں سیدھی راہ ظاہر کرنے والی تحریرات ہیں۔

آیت نمبر (1) میں بیان ہوا ہے کہ اس کتاب اللہ کا نازل کیا جانا اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر ایک انعام ہے، یہ کتاب سراسر حکمت ہے، اور اسی کتاب کا تم کو وعظ کیا جاتا ہے۔

آیت نمبر (2) سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک قرآن مجید جناب خاتم النبیینؐ کے پاس موجود تھا، جس کی طرف جناب ممدوح اشارہ کر کے بیان فرماتے تھے کہ یہی قرآن مجید ہے جو اس زمانے میں وحی کے ذریعے سے مجھ پر نازل ہوا ہے جس کا مدعا یہ ہے کہ میں تمام موجودہ اور آئندہ نسلوں کو بُرے افعال کے خطرناک نتائج سے آگاہ کروں۔

آیت نمبر (3) میں ایٰتِ اللّٰهِ اور آیت نمبر (4) میں صُحُفًا مُّطَهَّرَةً کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جو ہم معنٰی ہیں یا ایک دوسرے کے مفسر ہیں۔ دونوں آیتوں کا مفہوم یہ ہے کہ جناب ممدوح اللہ تعالیٰ کے رسول کی حیثیت میں لوگوں کو قرآن مجید پڑھ کر سناتے ہیں تا کہ مومنین صالحین کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف سے لے جائیں۔

ان تمام آیات سے معلوم ہوگا کہ رسالت کے اس آخری دور کا تمام دارومدار صرف قرآن مجید پر تھا، جس کو حرزِ جان کی طرح کتاب کی صورت میں ہر وقت اپنے پاس رکھا جاتا تھا۔

پانچواں ضمن

وہ آیات جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مخاطبین کے سامنے ایک مرتب قرآن مجید غور وفکر کے واسطے پیش کیا جاتا تھا۔

(1) ....وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ٥(النحل 16 : 44) اور ہم نے تیری طرف یہ قرآن مجید نازل کیا ہے تا کہ تو (اے رسولؐ) لوگوں کے سامنے بیان کر دے جو اُن کی طرف نازل ہوا ہے اور تا کہ وہ غور کریں۔

(2) أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ أَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ أَقْفَالُهَا ٥(محمد 47: 24)
کیا پھر یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے یا اُن کے دلوں پر قفل ہیں۔

(3) كِتٰبٌ أَنزَلْنٰهُ إِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ ٥(ص 38: 29) ہم نے اس برکت والی کتاب کو (اے رسولؐ) تیری طرف نازل کیا ہے تا کہ یہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور دانا نصیحت حاصل کریں۔

یہ سب آیتیں ایک دوسری کی مفسر ہیں اور ظاہر کرتی ہیں کہ الـذِّکــر اور الـقـران کا مفہوم واحد ہے اور اس کو ایک کتاب کی شکل میں اس واسطے ترتیب دیا گیا ہے کہ اس کی آیات پر تفکر اور تدبر کیا جا سکے اور اس غور وفکر سے دانش مند نصیحت حاصل کریں۔

جو کتاب اپنے اجزاء کی جامع نہ ہو اس پر فی الحقیقت نہ تو کبھی کتاب کا اطلاق ہو سکتا ہے، نہ ہی اس کے مضامین کی نسبت غور فکر کی جا سکتی ہے۔ اگر مخاطب کو غور وفکر کے

واسطے بلایا جائے تو ساتھ ہی متکلم کا فرض ہوتا ہے کہ جس کتاب پر غور کیا جانا ہے وہ مجموعاً مخاطب کے سامنے پیش کرے۔ ایسی کتاب کے موجود نہ ہونے، یا متفرق مقامات میں بے ترتیب ہونے، یا کچھ مکتوب اور کچھ غیر مکتوب ہونے کی حالتوں میں کبھی ایسا زبردست دعویٰ نہیں ہوسکتا تھا، جو آیات مذکورہ بالا میں مرقوم ہے۔

چھٹا ضمن

وہ آیات جن سے قرآن مجید کا جامع وحی اور مُفصّل ہونا پایا جاتا ہے۔

(1) أَفَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ط (الانعام 6:114) پھر کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو حاکم بنانا پسند کروں اور وہ وہی ہے جس نے تم پر مفصل کتاب نازل کی۔

(2) وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ٥ (الاعراف 7:52) اور بے شک ہم نے اُن لوگوں کو ایک کتاب دی ہے، جس کو ہم نے اپنے علم سے مفصّل کر دیا ہے۔ اس قوم کے واسطے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لاتی ہے۔

(3) الٓرٰ قف كِتٰبٌ أُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ٥ (ہود 11:1) یہ ایک کتاب ہے کہ اسکی آئتیں محکم کی گئی ہیں، پھر مفصّل کی گئی ہیں، اللہ حکمت والے خبر رکھنے والے کی طرف سے۔

(4) ...مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ

كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ ٥(یوسف 12:111)
یہ قرآن جھوٹ بنایا ہوا نہیں لیکن اس امر کی تصدیق ہے جو اس کے سامنے ہے اور ہر ایک امر کی تفصیل ہے اور ہدایت اور رحمت ہے اس قوم کے واسطے جو ایمان لاتی ہے۔

(5)...وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ٥(النحل 16:89) اور ہم نے تجھ پر کتاب اُتاری جس میں ہر ایک امر کا بیان ہے اور اسلام لانے والوں کے واسطے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

آیت نمبر (1) میں ہے کہ قرآن مجید کی موجودگی میں کسی اور کتاب کو مذہبی حکمرانی کا حق حاصل نہیں ہے۔ اور اس کا مفصل ہونا ہی اس امر کی کافی ضمانت ہے کہ وہ محتاج غیر نہیں۔

آیت نمبر (2) میں ہے کہ عالم الغیب نے اپنے کامل علم کے مطابق قرآنِ مجید کو مفصل کر دیا ہے، جو مومنین کے واسطے ہدایت اور رحمت ہے۔

آیت نمبر (3) میں ہے کہ یہ تفصیلاتِ قرآنی اُس ذاتِ پاک کی طرف سے ہیں جس کے تمام کام سراسر حکمت اور کامل آگاہی پر مبنی ہیں۔

آیت نمبر (4،5) میں کھول کر بتلا دیا ہے کہ اس قرآنِ مجید میں اُن کل امور کو جو صراط مستقیم کی ہدایت کے واسطے ضروری ہیں اور انسان کے واسطے باعث رحمت ہیں مفصل یا واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ اور یہی تفصیل یا بیان مسلمین کے لئے بشارت ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا علم اور اُس کی حکمت اس امر کے مقتضی ہوتے کہ ہدایت اور رحمت اس سے زیادہ تفصیل میں ہے تو قرآن مجید کا اور مفصل کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب مقدس کو تمام اہل عالم کا ہادی اور آسان دستور العمل بنانا مقصود

تھا۔اس واسطے اسی قدر مندرجہ تفصیلات پر کفایت کی گئی اور اس پر زیادتی کرنا خود منشاء باری تعالیٰ کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وسیع علم کے مطابق دنیا کے پاس یہ کتاب آئی جس میں تمام انسانوں کی صلاح وفلاح کے متعلق کل امور موجود ہیں۔اگر اس کتاب میں تمام کلمات اللہ جو بذریعہ وحی نازل ہوئے درج نہ ہوتے تو کبھی اس کی نسبت تَفۡصِيۡلَ كُلِّ شَيۡءٍ اور پھر تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَيۡءٍ کے الفاظ استعمال نہ کیے جاتے۔یہ تمام آیات ہر ایک پہلو میں اس کتاب عزیز کی جامعیت کی زبردست شہادتیں ہیں۔

فصلِ نہم

اصل نسخہ قرآن مجید کی حفاظت میں سعی بلیغ کی جاتی تھی۔

گزشتہ فصلوں میں اُس اہتمام کا ذکر ہے جو قرآن مجید کی کتابت جمعیت اور ترتیب کے متعلق ظہور میں آیا۔اس فصل میں اس امر کا بیان ہے کہ اہتمام مذکور کے علاوہ پوری کوشش سے اس کتاب کی حفاظت بھی کی جاتی تھی تا کہ ربُّ العالمین کی یہ امانت شریروں کی دست بُرد سے محفوظ رہے،اور بتمامہ بلاکم وکاست اہل عالم کو پہنچے اور اس طرح پر تبلیغ اور ختمِ رسالت کا حق ادا ہو جائے۔اس امرِ عظیم کی شہادت میں چند آیتیں اس مقام پر درج کی جاتی ہیں۔

(1) اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ‎o(الحجر 9:15)

ہمیں نے اس قرآن کو ترتیب دیا ہے اور ہمیں اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ نے اَلذِّکْر (قرآن مجید) کی حفاظت کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کو کس قدر اہم سمجھا گیا تھا۔ اور اس کو بوجہ احسن و اکمل انجام دینا اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ مرضی کا پورا کرنا تھا۔

(2) ...وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ o لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ o (حٰمٓ السجدة 42:41) اور بے شک یہ کتاب عزّت والی ہے اس میں (امر) باطل آگے پیچھے سے نہیں آتا۔ یہ ترتیب اللہ حکمت والے قابل حمد کی طرف سے ہے۔

(3) اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ o فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ o لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ o تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ o (الواقعه 56:80-77) بے شک یہ قرآن ایک محفوظ کتاب میں ہے۔ نہیں رکھتے اس کو مگر وہ لوگ جو اسکی پوری حفاظت کرنے والے ہیں (یہ) ترتیب رب العالمین کی طرف سے ہے۔

(4) بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ o فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ o (البروج 85:22-21)
بلکہ یہ قرآن مجید ایک محفوظ کتاب میں ہے۔

آیات نمبر (3،2) ایک دوسری کی مُفسر ہیں، اور علیحدہ علیحدہ انداز میں ایک ہی مفہوم کو ظاہر کرتی ہیں یعنی ہر دو آیات کے الفاظ ذیل قابل غور ہیں۔

نمبر (2) لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ

نمبر (3) لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ o

ان کا مطلب یہ ہے کہ اس قرآن مجید کی حفاظت کا اہتمام ایسے طور پر کیا گیا ہے

کہ اُس میں کسی وجہ سے امور باطلہ داخل نہیں ہو سکتے یا یہ کہ قرآن مجید شریروں کی دست برد سے محفوظ ہے۔ کیوں کہ ایک پاک باز جماعت کے قبضہ میں ہے۔

آیت نمبر (4) **معنًا** پہلے آیات نمبر (3،2) کی اور **لفظًا** آیت نمبر (3) کے پہلے لفظوں کی تفسیر کرتی ہے۔ یعنی ہر دو آیات کے الفاظ ذیل قابل غور ہیں۔

نمبر (3) **اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ○فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ○**

نمبر (4) **بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ○فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ○**

ان کو بالمقابل رکھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ پہلی آیت کے لفظ **مَّكْنُوْنٍ** کی تفسیر دوسری آیت میں لفظ **مَّحْفُوْظٍ** سے کی گئی ہے دوسری آیت کے لفظ **لَوْحٍ** کی تفسیر پہلی آیت کے لفظ **كِتٰبٍ** سے کی گئی ہے باقی الفاظ ہر دو آیات کے بالبداہت **مُتَّحِدُ الْمَعْنٰى** ہیں۔

نتیجہ

یہ قرآن مجید ایک محفوظ کتاب کی شکل میں ہے اس کی حفاظت کا اہتمام ایسے طور پر کیا گیا ہے کہ اس میں امور باطلہ داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ ایک پاکباز جماعت کے قبضہ میں ہے۔

(5) **وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ○بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ○**(المؤمنون 62-63:23) ہم کسی جان کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو امر حق بتلاتی ہے اور اُن لوگوں پر ظلم نہیں کیا جاتا بلکہ ان کے دل اس کتاب سے غفلت میں ہیں اور اُن کے عمل جن کو وہ کرتے ہیں اس کتاب کے سوا ہیں۔

اس آیت میں پہلے یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآنِ مجید میں کو ہر ایک حکم اپنی کامل شکل میں بیان ہوا ہے اور اس کی پوری تعمیل انہیں انسانوں سے مقصود ہے، جو اسی کامل شکل میں اس کی تعمیل کر سکتے ہیں۔ تاہم اگر محکوم یا مامور بلحاظ اپنی جسمانی عارضی حالت، یا ملکی اور مقامی خاص خاص تاثیرات کے اس حکم کو کامل شکل میں ادا نہیں کر سکتا تو وہ حکم بھی اس خاص صورت میں محکوم کی وسعت کے ماتحت ہو جاتا ہے، تاکہ احکامِ قرآن مجید انسان کی حسنِ معاشرت کا باعث ہوں، اُس پر بار نہ ہوں۔ اس روشن دعویٰ پر آیت میں یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ ہمارے پاس (دربارِ رسالت میں) ایک کتاب (قرآن مجید) موجود ہے جس کے مطالعہ سے اس دعویٰ کی صداقت معلوم ہو سکتی ہے اور جس کا خاصہ یہ ہے کہ امورِ حقّہ کی حقیقت اور امورِ باطلہ کی بطالت کو صاف صاف ظاہر کر دیتی ہے، اور اسی اظہارِ حق میں کسی شخص پر ظلم نہیں کیا جاتا، یعنی اس کی حق تلفی نہیں ہوتی باوجودیکہ نوعِ انسان کے طبائع اور ان کے عوارض لاحقہ کو مدِّنظر رکھ کر اُن کی صلاحیت کے واسطے ہدایات اور احکام نازل ہوئے ہیں۔ اور بلحاظ خاص حالات کے کچھ مستثنیات بھی ہیں پھر بھی مخالفین کے دل اس کتاب سے غافل ہیں اور ان کے اعمال اس کتاب کے سوا ہیں۔

اس بیان سے صرف اس امر کا ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اصل دعویٰ کی سند میں نسخۂ قرآن مجید موجودہ دربارِ رسالت ہی کو پیش کیا گیا ہے۔

(6) حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ (الزخرف 43:1-4) قسم ہے اس بیان کرنے والی کتاب کی ہم نے ہی اس کو عربی قرآن بنایا ہے تاکہ تم سمجھو اور بے شک

یہ قرآن ہمارے پاس اُمّ الکتاب (اصل کتاب) میں ہے، عالی رُتبہ اور پُر حکمت ہے۔

اس آیت میں بالصراحت ذکر کیا گیا ہے کہ جس قدر قرآن مجید بصورت کتاب اہل عالم کے ہاتھوں میں ہے وہی ہمارے پاس ام الکتاب میں ہے یعنی اُس کا اصل نسخہ دربارِ رسالت میں موجود ہے۔

اب وہ آیت بیان کی جاتی ہے جس میں لفظ أُمُّ الْكِتٰبِ کا اطلاق براہ راست قرآن مجید پر ہوا ہے۔

(7) هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ...(ال عمران 3:7) اللہ وہی ہے جس نے تجھ پر یہ کتاب اتاری اس میں سے آیات محکمات ہیں جو (اُمُّ الْكِتٰبِ) اصل کتاب ہیں اور دوسری متشابہ (انہیں کی ہمشکل) ہیں۔

اس آیت میں قرآن مجید کی آیات کی ایک خاص تقسیم بیان ہوئی ہے، یعنی محکمات اور متشابہات، پھر محکمات کو اُمُّ الْكِتٰبِ کہا گیا ہے۔ کیوں کہ محکمات متشابہات کی اُمّ یا ماخذ ہیں اور انہیں میں سے آیات متشابہات کی تفسیر ہوتی ہے۔

(8) اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ....(الزمر 39:23) اللہ نے سب سے اچھی حدیث نازل کی ہے جو بصورت کتاب ہے، ہم شکل اور دوہرائی ہوئی آیتوں والی ہے۔

اس آیت میں قرآن مجید کو احسن الحدیث کہا گیا ہے جس کی کیفیت یہ ہے۔

ا۔ یہ کتاب کی شکل میں مرتب ہے۔

ب۔ اس کی آیتیں آپس میں ہم شکل، ملتی جلتی ہیں اور دوہرائی ہوئی ہیں۔

اس طرح ہم شکل آیات لانے اور دہرائے جانے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید اپنی تفسیر خود کرے۔ایک مجمل آیت کی دوسری آیت تفصیل کرے،ایک مقام کے مختلف احتمالات کو دوسرا مقام رفع کرے،اوراس طرح پر قرآن مجید مختلف پہلوؤں سے اپنے کامل ہونے کی شہادت دے۔

الغرض جس طرح قرآن مجید موجودہ دربارِ رسالت اُن تمام نسخوں کے واسطے جو اُس سے نقل ہوئے اور چشمہ ہائے جاریہ کی طرح تمام عالم کو سیراب کرنے کے واسطے دُنیا کے نزدیک اور دور مقامات میں پہنچ گئے،اُمُّ الْکِتٰب یابحر مسجور کا حکم رکھتا ہے،اسی طرح اُس کی آیات محکمات، آیات متشابہات کی اُمّ ہیں یہ آیت اس امر کی شاہدِ بیّن ہے کہ قرآن مجید پر اُمُّ الْکِتٰب کا اطلاق ہوا ہے۔

اُمُّ الْکِتٰب سے کوئی ایسی کتاب مراد لینا جو انسان کی رسائی سے باہر ہو کسی طرح صحیح نہیں کیوں کہ جناب خاتم النبیّین کی حیاتِ مبارکہ میں بلحاظ ان کے منصب مبلغ کتاب اللہ کے ایک محفوظ نسخۂ قرآن مجید کی اہم ضرورت تھی جو تمام اختلافات امکانی کے واسطے بلحاظ کتابت، جمعیت اور ترتیب کلمات اللہ کے ہر طرح صحیح اور مکمل ہوتا اور جس پر تمام سوالاتِ متعلقہ کے جواب میں یہ آیت صادق آتی۔

(9) اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ (الاعلی 87: 14-13)

بے شک یہ قرآن قول فیصل ہے اور یہ ہنسی نہیں ہے۔

لغت سے بھی اسی مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔چنانچہ منتہی الارب اور منتخب اللغات میں لفظ اُمّ کے معنی حسب ذیل مرقوم ہیں:

اول:اصل ہر چیز۔ دوم: آنچہ منضم الیہ چیز ہا باشد۔ سوم:لوح محفوظ۔ چہارم:مادر

اورلفظ أُمّ کو جب الْکِتٰب کے ساتھ ملایا جائے تو یہ تمام معانی قرآن مجید موجودۂ دربارِ رسالت پر بوجہ احسن صادق آتے ہیں۔

اوّل: اصل ہر چیز... یہ اس لئے کہ اصل نسخۂ قرآن مجید باقی تمام نسخوں کا منقول عنہ تھا۔

دوم: آنچہ منضم الیہ چیز ہا باشد.. یہ اس لیے کہ جس قدر حصہ قرآن مجید کا نازل ہوتا تھا وہ اصل کتاب میں منضم (وصل) کیا جاتا تھا۔

سوم: لوحِ محفوظ... یہ اس لئے قرآن مجید ایک محفوظ کتاب کی شکل میں مرتب ہے۔

چہارم: مادر... اس لئے کہ قرآن مجید انسانی تربیت کے تمام احسن قواعد پر حاوی ہے۔

ان تمام شہادتوں کے بعد اس امر میں ذرا بھی شبہ نہیں رہتا کہ اس مقام پر أُمُّ الْکِتٰب سے اسی اصل نسخۂ قرآن مجید کی طرف اشارہ ہے جو دربارِ رسالت میں ہر وقت موجود رہتا تھا، اور جس کی حفاظت ایمان کے برابر اور جان سے زیادہ کی جاتی تھی، اور جس کتاب کی تبلیغِ تام بہمہ وجوہ ختم رسالت کے واسطے لازم تھی۔

. . . .

فصل دہم

قرآن مجید کی نقول کی حفاظت کے واسطے مناسب ہدایات صادر کی گئیں۔

جماعت مسلمین کا بڑھا ہوا شوق اس امر کا مقتضی تھا کہ تلاوتِ کتاب اللہ سے بہرۂ وافر حاصل کریں۔ نیز اس کتاب کے تلاوت کرنے میں جو وقت پڑھنے والوں کا صرف ہوتا تھا قرآن مجید نے اُس کو حیاتِ انسانی کا ایک بیش قیمت سرمایہ قرار دیا تھا، جس سے انسان ہر دو عالم میں بے شمار منافع حاصل کرسکتا ہے۔ دیکھو آیت ذیل:

(1) إِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ○ (فاطر 35:29) بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے اور صلوٰۃ قائم کرتے ہیں اور پوشیدہ اور ظاہر اُس مال سے خرچ کرتے ہیں جو ہم نے اُن کو دیا۔ وہ امید کرتے ہیں ایسی تجارت کی جو بالکل نقصان والی نہیں۔

اس آیت میں بے شمار منافع انہیں لوگوں کے واسطے خاص کیے گئے ہیں جو کتاب اللہ کی تلاوت کے ساتھ ان عظیم الشان اصولوں کو نظر انداز نہیں کرتے جو انسان کی روحانی زندگی کی بنیاد ہیں اور وہ یہ ہیں۔

ا۔ اقامتِ صلوٰۃ: اس سے اُن تعلقات کی حفاظت ہوتی ہے جو انسان اپنے خالق کے ساتھ رکھتا ہے۔

ب۔ انفاقِ مال: اس سے اُن تعلقات کا استحکام ہوتا ہے جو انسان اپنے نوع کے ساتھ رکھتا ہے۔

الغرض کتابُ اللہ کی وسیع اشاعت کی صورتوں میں ضرور تھا کہ اصل نسخہ محفوظ سے اُس کی نقول بہ کثرت حاصل کی جائیں، تا کہ وہ دُنیا کے ہر طبقہ میں ہر وقت اور ہر مقام پر نظر آئیں۔ تمام ایسی نقول کا غلطی سے محفوظ رکھنا جماعت مسلمین کا مذہبی فرض تھا۔ کیوں کہ صرف اسی محتاط صورت میں وہ اُس اسلام کی صحیح تعلیم تک پہنچ سکتے تھے، جس پر اپنی پیاری جانیں اور مال و دولت فدا کرنے کو تیار تھے، اور جس کی رہبری سے وہ نجات اُخروی کے امیدوار تھے۔ باوجود ان تمام باتوں کے ایسی نقول کی حفاظت کے واسطے مناسب ہدایات صادر کی گئیں۔

ضمن اول

کتاب اللہ کی کثرتِ اشاعت۔

(2) اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ o(البقرۃ159:2)

بے شک وہ لوگ جو ہماری نازل کی ہوئی آیات بیّنات کواور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ ہم نے اُن کو کھلے طور پر اس کتاب میں لوگوں کے واسطے بیان کردیا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اورقوم لعنت کرتی ہے۔

اس آیت سے صرف اسی قدر شہادت کا پیش کرنا مقصود ہے کہ جناب خاتم النبیّین کی حیاتِ مبارک ہی میں کتابُ اللہ کی نقول حاصل کرنے کا سلسلہ رائج ہوگیا تھا۔اور یہ کثرتِ اشاعت ایک عملی صورت تھی جس سے کتاب اللہ کا تعلیم یافتہ جماعت میں زیر تلاوت رہنا شروع ہوگیا،اوراسی وجہ سے کتابُ اللہ میں کسی شخص کوکسی قسم کی مداخلت ذاتی کی جرات نہ ہوتی۔کیونکہ ایسے حالات میں ایسے خطرناک عمل سے انسان قومی لعنت کا مستوجب ہوکر ذلیل ہوجاتا ہے۔

جماعتِ مخالفین کواس کتاب کی حفاظت اور کثرتِ اشاعت کی وجہ سے کتاب میں مداخلت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔البتہ انہوں نے ایک اورراہ نکالی کہ خلاف واقعہ زبانی روایات کا سلسلہ اسلامی لباس میں جاری کر دیا۔مگرقرآنِ مجید نے ایسی روایات کے متعلق بھی قطعی فیصلہ صادر کردیا۔[1]

[1] دیکھو اس کے متعلق اسی کتاب کی فصل یازدہم من مصنف۔

ضمن دوم

کتاب اللہ کی دعوت کرنے والوں کا تقرر۔

(3) وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (ال عمران 3:104)

اورتم میں ایک جماعت ہونی چاہیے جو الخیر (کتاب اللہ) کی طرف بلائے اوراچھے کام کرنے کو کہے اور بُرے کاموں سے منع کرے اوریہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

اس آیت میں قرآن مجید کی نقول کی حفاظت کی دوسری صورت ہدایت کی شکل میں بیان ہوئی ہے،جس کی رُو سے جماعتِ مسلمین کوتوجہ دلائی گئی ہے کہ ہر حصہ ملک میں اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ ایسی جماعتیں بھی قائم کریں جو"کتاب اللہ کی طرف دعوت" کا فرض ادا کریں۔یہ جماعتیں کتابُ اللہ کی لفظی اورترتیبی صحت کی ذمہ دار ہیں اوراپنے ابتدائی قیام کے زمانے سے اس وقت تک اپنے فرائض کوبوجہ احسن ادا کررہی ہیں۔

ضمن سوم

کتاب اللہ کی اشاعت کا اہتمام۔

(4) وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○

(الاعراف 7: 204) اورجب قرآن پڑھا جائے تو تم اس کو سنوتا کہ تم رحم کئے جاؤ۔

اس آیت میں تیسرا عملی طریق حکم کی شکل میں بیان ہوا ہے،جس کی رو سے مومنین پر فرض کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی قرأت کے وقت خاموشی سے اسکوسنیں،تا کہ رحمت الٰہی

حاصل کرسکیں ۔اس تعلیم میں اور خوبیوں کے علاوہ بڑی مصلحت یہ ہے کہ اگر پڑھنے میں کوئی سہو یا غلطی واقع ہوجائے تو سننے والا اُس کوفوراً رفع کردے اور اس جدوجہد کی وجہ سے رحمت الٰہی کے دروازے ہمیشہ اُن پر کھلے رہیں ۔یہ ایسا طریق ہے جس میں داعیان کتاب اللہ کے علاوہ کافۃ المسلمین اس کی حفاظت کرسکتے ہیں ۔

ضمن چہارم

کتاب اللہ کے حفظ کا اہتمام ۔

(5) بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ.... (العنکبوت 29:49)

بلکہ یہ کھلی کھلی آیتیں ان لوگوں کے سینوں میں ہیں جن کو قرآن مجید کا علم دیا گیا ہے۔

اس آیت میں حفاظت کا چوتھا عملی طریق بیان ہوا ہے جس کی رو سے جماعت متعلمین کتاب اللہ کے سینے اس قران مجید کے محافظ قرار پائے جو بغیر مدد کتاب کے اس کے الفاظ کو موجودہ ترتیب میں ہر وقت ادا کرنے پر قادر تھے ۔

یہ طریق عمل ایسا مقبول اور موثر ہوا کہ ابتداء اسلام سے اب تک ہر ایک زمانے میں ہر ایک اسلامی ملک میں ہزارہا مسلمین کی تعداد پائی جاتی ہے جو حفظ قرآن کی نعمت سے بہرور ہیں ۔اور اس جاں فشانی کی وجہ سے اسلام کی اہم خدمت کوانجام دے رہے ہیں۔

ضمن پنجم

کتاب اللہ کی قرأت کا اہتمام ۔

(6) .....فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ.... (المزمل 20:73)

پھر پڑھو جو کچھ تم قرآن سے آسانی کے ساتھ پڑھ سکو۔

اس آیت میں پانچواں عملی طریق حکم کی شکل میں بیان ہوا ہے، جس کی رُو سے ہر ایک شخص کو عام حالتوں میں اور بالخصوص صلوٰۃ میں قرآن اُس قدر اور اس مقام سے پڑھنا ضروری ہے جس کو وہ آسانی سے ادا کر سکے۔ اس حکم میں قرآن مجید کے کسی حصہ کی خصوصیت نہ کرنا اور ہزارہا اشخاص کو متفرق مقامات سے اپنے مذاق اور ضروریات کے مطابق پڑھنے کا حکم دینا، ایک دل چسپ اور قدرتی طریق میں قرآنِ مجید کی حفاظت کرنا ہے۔

یہ چند ذرائع بطورِ مثال کے بیان کئے گئے ہیں جن سے کتاب اللہ کی نقول کی حفاظت کے متعلق رہ نمائی ہوتی ہے۔

....

فصل یازدہم

قرآن مجید کو اصحاب کرام جناب خاتم النبیّین سے بطور مذہبی وراثت کے حاصل کرتے رہے۔

اس فصل کے متعلق کچھ لکھنے سے پہلے اُن مخالف جماعتوں کی مختصر کیفیت درج کی جاتی ہے جو قرآن مجید کی نازل ہونے کے زمانے میں جناب خاتم النبیّین کے گردوپیش تھیں اور جن کی تمام کوشش یہ تھی کہ اسلام کی روز افزوں ترقی بند ہو، اور اہل عالم اس نور کی روشنی سے اپنے اعمال قبیحہ پر آگاہ نہ ہو سکیں، اور اس طرح پر فسق وفجور کی ناپاک زندگی کو تاریکی کے پردے میں گزار دیں۔ ان جماعتوں کی ایک تقسیم حسب ذیل ہے۔

جماعت اوّل

اس گروہ میں وہ لوگ داخل تھے جن کا مقصد یہ تھا کہ مسلمین کی جماعت میں تفرقہ ڈالیں۔ اس غرض کے پورا کرنے کے واسطے وہ پُوری کوشش سے ہر قسم کے وسائل مہیا کرتے تھے۔ دیکھو آیات ذیل:

(1) وَإِذَا جَآؤُوكُمْ قَالُوٓا آمَنَّا وَقَد دَّخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ط وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ o (المائدة 5: 61) اور جب وہ تمہارے پاس آئے انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور بے شک وہ کُفر کے ساتھ داخل ہوئے اور کفر کے ساتھ نکلے اور اللہ اُن باتوں کو اچھا جانتا ہے جن کو وہ چھپاتے ہیں۔

(2) وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ ط وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ o (توبة 9: 56) اور وہ اللہ کی قسم اُٹھاتے ہیں کہ بے شک وہ تم میں سے ہیں، اور وہ تم میں سے نہیں ہیں لیکن وہ ایک جماعت ہے کہ پراگندہ کرتی ہے (مسلمانوں کو)

(3) الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُم مِّن بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ ... (توبة 9: 67) منافق مرد اور منافق عورتیں بعض اُن کے بعض کے (رفیق) ہیں، یہ لوگ بُرائی کا حکم کرتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں۔

(4) وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ ط وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ط مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ قف لَا تَعْلَمُهُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ .... (توبة 9: 101) اور ان دیہاتی لوگوں میں سے جو تمہارے اردگرد ہیں بعض منافق ہیں اور اہل مدینہ میں سے بعض نفاق پر قائم ہیں، تو اُن کو نہیں جانتا، ہم جانتے ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوگا کہ ایک فرقۂ مخالفین نے یہ شیوہ اختیار کر رکھا تھا کہ وہ

جماعت مسلمین کے ساتھ آمد روفت رکھتے تھے، اپنے آپ کو مؤمن ظاہر کرتے تھے، اور ضرورت پر اس دعویٰ کی تصدیق کے واسطے حلف بھی اُٹھا لیتے تھے۔اس طرح پر اعتبار پیدا کرنے کے بعد آہستہ آہستہ وہ عام لوگوں کو بُری باتوں کے کرنے اور نیک باتوں کے چھوڑنے کی ترغیب دیتے تھے۔

مخالفین کی یہ دھیمی اور گہری چال جس طریق پر کام کر رہی تھی اُس سے آگاہی حاصل کرنا نہایت مشکل امر تھا۔اللہ نے اس خفیہ سازش سے جناب ممدوح کو اطلاع بخشی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اس کام میں اہل مدینہ اور نواح مدینہ کے لوگ شامل ہیں جن کو تو نہیں جانتا، ہم جانتے ہیں۔

جماعت دوم

اس گروہ کا مقصد یہ تھا کہ دربار رسالت میں حاضر ہو کر دیگر مؤمنین کی طرح قرآن مجید کی سماعت اور اطاعت کا اقرار کیا جائے تا کہ بدگمانی سے بچے رہیں اور اپنی خانگی مجالس میں منصوبہ ہائے ذیل کو پورا کرنے کی تدابیر کی جائیں۔

ل۔ جماعتِ اوّل کی مدد سے عام لوگوں میں اُن اُمور کی روایت کا سلسلہ جاری کیا جائے جو غیر قرآن یا خلافِ قرآن ہیں۔

ب۔خود جناب ممدوح کو ضرر کی دھمکی دی جائے تا کہ کتاب اللہ کی تبلیغ بند ہو جائے۔

دیکھو آیاتِ ذیل:

(5) وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِندِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِیْ تَقُوْلُ ط وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ج فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا o اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا o

(النسآء4: 82-81) اور اقرار کرتے کے اطاعت کا، پھر جب تیرے پاس سے باہر جاتے

ہیں ۔ایک جماعت رات کو سوچتی ہے اُس کے سوا جو تو کہتا ہے اور اللہ کھول دیتا ہے جو کچھ وہ سوچتے ہیں ۔پھر تو اُن سے توجہ اٹھا لے اور اللہ پر توکل (بھروسہ) کر اور اللہ اُن کو کافی دیکھنے والا ہے ۔کیا وہ قرآن پر غور نہیں کرتے اگر وہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اُس میں بہت اختلاف پاتے ۔

(6) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ط وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ط وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○(النسآء 4: 113) اور اگر تجھ پر (اے رسول) اللہ کا فضل اور رحم نہ ہوتا تو اُن میں سے ایک جماعت تیرے گمراہ کرنے کا پختہ ارادہ کر چکی تھی اور یہ لوگ نہیں گمراہ کرتے مگر اپنے آپ کو اور تجھ کو کچھ ضرر نہیں پہنچاتے اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تجھ کو وہ کچھ سکھلایا ہے جو تو نہیں جانتا تھا اور تجھ پر اللہ کا بڑا فضل ہے ۔

آیت نمبر (6،5) سے اس مقام پر اس امر کا ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ایسے نازک وقت میں اُن تمام بیانات کی نسبت ،جن کو مستقل طور پر مخالفین نے اسلامی لباس میں بطور مذہبی امور کے روایت کرنا شروع کیا تھا ،قرآن مجید نے کیا فیصلہ دیا اور مذہب اسلام کی حفاظت کا کیا انتظام فرمایا ۔

آیت نمبر (5) کے آخری حصہ میں واضح طور پر بتلادیا گیا ہے کہ ایسی روایات نا قابل وقعت اور نا قابل توجہ ہیں اور اُن سے مذہب اسلام میں کوئی تفرقہ نہیں پڑ سکتا ،کیوں کہ مومنین کے ایمان کا مدار قرآنِ مجید پر ہے ،جو تمام اختلافات سے پاک ہے اور یہی اس کے من جانب اللہ ہونے کی دلیل ہے ۔

آیت نمبر (6) کے آخری حصہ میں ہے کہ قرآن مجید ایک پُرحکمت کتاب کی شکل میں ترتیب پا رہا ہے، جو انسانوں کے لیے فضل عظیم کا موجب ہے اسی وجہ سے شریروں کی منصوبہ بازی مذہب اسلام اور قرآن مجید کے خلاف کارگر نہیں ہو سکتی۔

ان دونوں جماعتوں کی اس عظیم الشان کوشش سے جو غرض تھی اس کو پوری وضاحت کے ساتھ آیات ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

(7) وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً ...(النسآء 89:4)

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہوتے جیسے وہ کافر ہیں پھر تم سب ایک حالت میں ہوتے۔

(8) يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِؤُا نُوْرَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ o

(الصف 8:61) یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی زبانی باتوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے گو کہ کافروں کو ناگوار ہو۔

آیت نمبر (7) میں بتلایا گیا ہے کہ کفار مومنوں کو کافر بنانا چاہتے ہیں، تا کہ وہ فسق و فجور کی زندگی میں کفار کے برابر ہو جائیں۔ اور اپنے ناجائز افعال کو نکتہ چینی کی زد سے محفوظ رکھیں۔

آیت نمبر (8) میں ہے کہ کفار اللہ تعالیٰ کے نور کتاب اللہ کو اپنی زبانی روایات کے ذریعے بجھانا چاہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اس نور (کتاب اللہ) کو پورا کرے گا، گو کفار کو یہ کیسا ہی ناگوار ہو۔

گردوپیش کے ان خطرناک حالات میں مذہب اسلام کی حفاظت کا اسی طریق سے انتظام ہو سکتا تھا کہ صرف قرآن مجید کی جمعیت اور ترتیب کی بصورت کتاب حفاظت ہو، اور اس موتیوں کی لڑی کو بکھیر کر محض روایات کے بھروسہ پر نہ چھوڑا جائے، کیوں کہ روایات کی کیفیت دربار رسالت میں بذریعہ وحی موصول ہو چکی تھی جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

صرف اسی تدبیر سے یہ امانت الٰہی (کتاب مبین) مخاطبین اول اور آنے والی

نسلوں کو پوری احتیاط سے پہنچ سکتی تھی ۔اور صرف اسی صورت میں اُس فرض کی پوری تعمیل ہوسکتی تھی جس کا ذکر آیت ذیل میں ہے۔

(9) يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۔ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۔(المائدۃ 5:67) اے رسول پہنچادے جو تیری طرف نازل ہوا ہے۔ تیرے رب سے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے اپنی رسالت کی تبلیغ نہ کی ۔

اس آیت پر مَآ أُنْزِلَ سے مراد قرآن مجید ہے آیت میں حرف مَا عام پڑا ہوا ہے جس میں قرآن مجید کی ہر قسم کی حقیقت شامل ہے، جمعیت ہو یا کتابت یا ترتیب وغیرہ وغیرہ ۔ظاہر ہے کہ ایسے تبلیغی فرض کا سوائے جناب خاتم النبیین کے کوئی دوسرا شخص جواب دہ نہیں ہوسکتا، کیوں کہ فرض کی عدم تعمیل میں جو تہدید واقع ہوئی ہے، یعنی "مَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَه" اس سے سوائے جناب ممدوح کے کوئی دوسرا شخص اثر پذیر نہیں ہوسکتا۔

اب وہ آیات درج کی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ جماعت مومنین کے ہاتھوں میں یہ کتاب (قرآن مجید) بطور مذہبی وراثت کے پہنچی گئی ۔یہ وراثت اور تبلیغ وراثت اُسی قسم کی تھی جیسے بنی اسرائیل نے تورات جناب موسیٰؑ سے حاصل کی تھی ۔دیکھو آیات ذیل:

(10) إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ؀ (المزمل 73:15) بے شک ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے۔ تم پر گواہی دینے والا جیسا ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔

اس آیت سے صرف اسی قدر ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جناب خاتم النبیین مثیل موسیٰ علیہ السلام تھے اور جس طرح جناب موسیٰؑ نے اپنی کتاب بنی اسرائیل کو پہنچادی اسی طرح بوجہ اکمل و اُتم جناب ممدوح کا بھی فرض تھا کہ قرآن مجید شاہدین اولین کو پہنچاتے جس کا

حکم آیت کریمہ فبھدٰ اھم اقتدہ سے بھی بصراحت ملتا ہے۔

(11) وَالَّذِیٓ أَوْحَیْنَآ إِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ ھُوَالْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ إِنَّ اللّٰہَ بِعِبَادِہٖ لَخَبِیْرٌم بَصِیْرٌ○ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ...(فاطر 35: 32-31) اور جو کچھ ہم نے تیری طرف کتاب سے وحی کی وہ حق ہے تصدیق کرنے والی ہے۔اُس چیز کی جو اُس کے سامنے ہے بے شک اللہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا اُن کو دیکھنے والا ہے۔پھر ہم نے اس کتاب کا اُن لوگوں کو وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے انتخاب کیا۔

ان آیات سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ تبلیغ کتاب اللہ اور اقتدار سنن انبیاء اللہ کا فرض اس طرح پورا ہوتا گیا، کہ جناب ممدوح اپنی حیات مبارکہ میں قرآن مجید کو بطور مذہبی وراثت کے اصحاب کرام کے ہاتھوں دیتے رہے۔

(12) وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْھُدٰی وَأَوْرَثْنَا بَنِیٓ إِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ○ھُدًی وَّذِکْرٰی لِأُولِی الْأَلْبَابِ○(المؤمن 40: 54-53) اور بے شک ہم نے موسیٰؑ کو ہدایت دی اور بنی اسرائیل کو کتاب (تورات) کا وارث بنایا جو داناؤں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔

ان آیات سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ جناب موسیٰؑ کی کتاب بنی اسرائیل کو مذہبی وراثت کی شکل میں ملی تھی۔

آیاتِ مذکورہ بالا سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ تبلیغ کتاب اللہ میں جو طریق جناب موسیٰؑ نے اختیار کیا تھا وہی طریق جناب ممدوح نے بھی اختیار کیا اور اسی طریق پر وُرَثاء اور شُہَداء کُتُب اللّٰہ کا انتخاب ہوا۔

فصلِ دوازدہم

اصحاب کرام کوقرآن مجید تفویض کرنے کے وقت شہداءِ کتابُ اللہ قرار دیا گیا۔

قرآن مجید میں اُن لوگوں کو جو اُس کے وارث ہوئے شہداء کتاب اللہ کے معزز لقب سے ممتاز کیا گیا ہے۔ اس اعزاز کے عطا کئے جانے کی بابت کئی ایک مقامات میں ایک دلچسپ سلسلہ آیات کا ہے جس سے ارباب بصیرت اس امر کے متعلق پوری آگاہی حاصل کرسکتے ہیں۔اس مقام پراُن میں سے چند آیات درج کی جاتی ہیں۔

(1) قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ... (الانعام6:19) کہہ دے (اے رسول) کونسی شہادت سب سے بڑی ہے۔ کہہ دے اللہ مجھ میں اور تم میں شاہد ہے (اس امر کا) کہ مجھ کو یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعے سے تم کو آگاہ کروں اور اُن کو جن کے پاس اس کی خبر پہنچے۔

(2) وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝ (النحل16 :89) اور اس دن ہم ہر ایک امت میں ایک گواہ انہیں میں سے ان پر اٹھائیں گے اور تجھ کو (اے رسول) ان لوگوں پر گواہ لائیں گے (اس امر کا) کہ ہم نے نازل کی ہے تجھ پر کتاب ہر ایک امر بیان کرنے والی اور اسلام لانے والوں کے واسطے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

(3) يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○(الاحزاب 33:46-45)

اے نبیؐ بے شک ہم نے تجھ کو گواہ بنا کر بھیجا ہے بشارت دینے والا اور آگاہ کرنے والا ۔

آیت نمبر (1) میں ہے کہ قرآن مجید کا سب سے بڑا شاہد خود اللہ تعالیٰ ہے ۔ یہ شہادت ہر زمانہ میں افعال الٰہی یعنی قوانین قدرت اور انسانی فطرت سے اقوال الٰہی پر مل رہی ہے ۔

آیت نمبر (2) میں ہے کہ ایک دن سب اُمتیں اپنے اپنے شاہدوں کے ساتھ اٹھیں گی ۔ اُسی دن (اے رسول) تجھ کو بھی جماعت مسلمین پر بطور شاہد کے طلب کیا جائے گا ۔ کیوں کہ ہم نے تجھ کو ایک کتاب عطا کی ہے جس میں اُن سب امور کا بیان ہے جو تسلیم کرنے والے انسان کو ہدایت رحمت اور بشارت حاصل کرنے کے واسطے ضروری ہیں ۔

آیت نمبر (3) میں جناب ممدوح کو منصب نبوت کے علاوہ شاہد کے منصب سے بھی یاد فرمایا گیا ہے ۔

آیت نمبر (2،1) میں شہادت کے ذکر کے بعد الفاظ ذیل واقع ہوئے ہیں:

" وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ ۔" " وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ" دونوں کے ابتداء میں حروف واؤ ہے جو مضمون شہادت کی تفسیر کرتا ہے ۔ یعنی وہ قرآنِ مجید جو منزل من اللہ ہے اور جس میں انسانی ہدایت کے واسطے تمام امور کا بیان ہے اُس کے من جانب اللہ ہونے کی اور بتامہ بصورت کتاب ورثاء کتاب اللہ کو پہنچا دیئے جانے کی شہادت کا ادا کرنا تمہارے ذمہ ہے ۔ یہ شہادت اسی دن ہوگی جب تمام جماعت مخاطبین اول بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوگی ۔

ہر سہ آیات مذکورہ بالا میں جناب ممدوح کی شخصی حیثیت کا ذکر تھا ۔ اور انہیں کی ذات بابرکات مخاطب تھی ۔ مگر آئندہ آیات سے معلوم ہوگا کہ کس لطیف طرز میں اس شخصی

حیثیت کو جماعت مسلمین کی مجموعی حیثیت میں منتقل کرنے کی مضبوط بنیاد قائم کی گئی تا کہ جناب ممدوح کے اس دارِ ناپائیدار سے رحلت فرما ہونے کے بعد، مسلمین کی جماعت پر اس کتاب اللہ کی شہادت ادا کرنے کے جو فرائض قائم ہونے والے تھے، اُن کی صراحت ہو جائے۔ اس کے متعلق دیکھو آیاتِ ذیل:

(4) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط ....(البقرة 2:143) اور اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط (درمیانی جماعت) قرار دیا ہے تا کہ تم آنے والے لوگوں پر (تبلیغ قرآن) کے گواہ ہو اور (اسی امر کا) یہ رسولؐ تم پر گواہ ہو۔

(5) وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ط وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ o (ال عمران 3:105-104) اور تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیے لوگوں کو کتابُ اللہ کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کو کہے اور بُرے کاموں سے منع کرے، اور یہی لوگ ہیں نجات پانے والے اور تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو متفرق ہو گئے۔ بعد اس کے اُن کے پاس آیات بینات آئیں اور انہیں لوگوں کے واسطے بڑا عذاب ہے۔

(5)... وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ج وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ o (ال عمران 3:140) اور یہی دن ہیں جن کو ہم لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں تا کہ اللہ ممتاز کرے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے

اور انتخاب کرے تم میں سے شاہد اور اللہ ظالموں سے محبت نہیں رکھتا۔

آیت نمبر (4) میں مخاطبین اول کو خصوصیت کے ساتھ امت وسط قرار دیا ہے تا کہ وہ آئندہ نسلوں پر قرآن مجید کے کتاب اللہ ہونے کی شہادت دیں جن کی شہادت خود جناب ممدوح نے اُن کے سامنے ادا کی اور جس طرح یہ قرآن مجید اُن کو وراثتاً تفویض ہوا اسی طرح انہوں نے اس امانت کو اس کے آئندہ حقداروں کے سپرد کیا۔

آیت نمبر (5) میں ہے کہ اس شہادت کے ادا کرنے کے لئے ابناءِ اسلام میں جماعتیں مقرر ہونی چاہئیں، جو کتاب اللہ کی دعوت کریں، امر معروف اور نہی عن المنکر کا کام کریں۔ساتھ ہی نہایت تاکید کے ساتھ حکم ہوا ہے کہ ان امتوں کی طرح نہ ہو جانا جو کتاب اللہ جیسی نعمت حاصل کرنے کے بعد، اس سے دور جا پڑے اور عذاب عظیم کے سزاوار ہوئے۔

آیت نمبر (6) میں ہے کہ اس زمانِ سعادت اقتران میں اللہ تعالیٰ کو یہ منظور رہے کہ جماعت مومنین سے شہداءِ کتاب اللہ کا انتخاب کرے اور انہیں کے سر پر عزت کا تاج رکھا جائے، کیوں اللہ تعالیٰ ان کو ناپسند کرتا ہے جو ظالم ہیں یعنی اللہ کی کتاب کو اپنا دستور العمل نہیں بناتے اور پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

اصحاب کرامؓ کا یہ منصب بعینہٖ اسی منصب کے مشابہ تھا جو اہل کتاب کو آئندہ نسلوں پر اپنی اپنی کتاب کی شہادت ادا کرنے کا عطا ہوا تھا۔دیکھو اس کے متعلق آیات ذیل:

(7) يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ o

(آل عمران 3:70) اے اہل کتاب تم کیوں اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہو اور تم تو خود شاہد ہو۔

(8) وَإِذْ أَخَذَاللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ

فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًاطفَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَo

(آل عمران 3:187) اور جب اللہ نے اس امر کا اُن لوگوں سے عہد لیا جن کو کتاب دی گئی تھی کہ وہ اس کتاب کو لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور اس کو نہ چھپائیں گے پھر اس کو انہوں نے اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے میں تھوڑا معاوضہ لیا پھر بُرا ہے جو کچھ وہ حاصل کرتے ہیں

آیت نمبر (7) سے معلوم ہوگا کہ اہل کتاب کو اُن کے حقیقی منصب شہداء کتاب اللہ کی طرف توجہ دلائی گئی تھی، جس کی رو سے انہیں قرآن مجید کا قبول کرنا لازم تھا۔

آیت نمبر (8) میں اُن کو پھر اُس عہد کی طرف متوجہ کیا گیا۔ جس کی رو سے اُن پر یہ فرض قائم کیا گیا تھا کہ وہ کتاب اللہ کو بلا کم وکاست آئندہ نسلوں پر بیان کردیں، مگر افسوس کہ اس جماعت نے تھوڑے لالچ کی وجہ سے اُس وفاءعہد کے بوجھ کو اپنے سر سے اُتار دیا اور اُس سے بے خبر ہوگئے۔

(9) اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًاطوَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَo

(المآئدۃ5: 44) بے شک ہم نے تورات نازل کی ہے اس میں ہدایت اور نور ہے۔ اللہ کے فرماں بردار نبی اُسی کے مطابق یہودیوں میں حکم کرتے رہے اور اہل اللہ اور عالم بھی اسی اللہ کی کتاب سے اپنی یاد کے مطابق حکم کرتے رہے اور وہ اس کتاب پر شاہد (گواہ) تھے۔

اس مقام پر آیت کے صرف آخری حصہ کو اس شہادت میں پیش کیا جاتا ہے، کہ اہل کتاب کے علماء کو بھی شہداء کتاب اللہ کے معز ز لقب سے مُلقب کیا گیا ہے۔علماء مذکور کا یہ منصب بھی اسی حد تک محدود تھا کہ وہ کتاب اللہ سے حکم کریں اور بس۔

اس سلسلہ میں وہ آیات درج کی جاتی ہیں جن میں ایسی شہادت کے چھپانے کے نتائج مرقوم ہیں۔

(10)....وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (البقرة2: 140) اور کون شخص اُس شخص سے بڑھ کر ظالم ہے جو اُس شہادت کو چھپائے جو اللہ کی طرف سے اُس کے پاس ہے اور اللہ تمہارے عملوں سے غافل نہیں ہے۔

(11) إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ○ (البقرة2:159) بے شک جولوگ اُس امر کو چھپاتے ہیں جو ہم نے آیات بینات اور ہدایت سے نازل کیا ہے بعد اس کے کہ ہم نے لوگوں کو کھول کر اس کتاب (قرآن مجید) میں بتلا دیا ہے، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ اور قوم دونوں لعنت کرتے ہیں۔

(12) إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (البقرة2: 174) بے شک جولوگ اس امر کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب سے نازل کیا اور اُس کے بدلے میں تھوڑا مول لیتے

ہیں یہی لوگ ہیں جونہیں کھاتے اپنے پیٹوں میں مگر آگ اور نہ اُن سے اللہ کلام کرے گا اور نہ اُن کو پاک کرے گا اور اُن کے واسطے دردناک عذاب ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوگا کہ کتاب اللہ کے کسی حصہ کی شہادت چھپانے والے بہت بڑے ظالم ہیں۔اور اُن پر قومی لعنت برستی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ زندہ ایمان رکھنے والی قوم ہمیشہ اُن کی مصاحبت کو ناپسند کرتی ہے۔ایسے ناپاک افعال یا ترکِ افعال کے ذریعے سے زندگی بسر کرنا اپنے پیٹوں میں آگ کا ذخیرہ جمع کرنا ہے،ایسے لوگ قیامت کے دن رب العزت کے حضور میں شرف مکالمت سے محروم ہوں گے،اس دنیا میں بھی اُن کو حقیقی پاکیزگی حاصل نہیں ہوگی،۔اور انہیں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

آیت نمبر (11) میں اس امر کا قطعی فیصلہ کیا گیا ہے کہ شہادت سے اُنہیں آیات بینات کی شہادت مراد ہے جو بصورتِ کتاب رکھی جاتی تھیں اور اسی کتمان شہادت سے انسان اللہ تعالیٰ کے غضب اور قومی لعنت کا مورد ہو جاتا ہے۔

....

فصل سیزدہم

قرآنِ مجید ایک کامل کتاب ہے۔

قرآن مجید کو ایک جامع کتاب کی حیثیت میں دیکھنے اور اس کے سلسلہء مضامین پر غور کرنے سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کی ترتیب میں ہر موقع پر انسان کا قدرتی مذاق ملحوظ رکھا گیا ہے،اس مقام پر اُس کی ابتداء اور انتہا کی باہمی مناسبت کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

قرآنِ مجید کی سب سے پہلی سورت کا نام الحمد ہے،جس میں مختصر اور نہایت

جامع الفاظ میں یہ عملی سبق دیا گیا ہے، کہ انسان کو تلاوتِ کتاب اللہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد ادا کرنا، اُس کی عظمت وجلالت کا اظہار کرنا، اُسی کو اپنا معبود و مستعان قرار دینا اُسی سے صراط مستقیم کی ہدایت مانگنا، مومنین کاملین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مانگنا، باقی راہوں سے بچنے کا آرزو مند ہونا نہایت ضروری ہے۔

یہ سورت بلحاظ، اپنے اعلیٰ مضامین کے اس امر کی پوری قابلیت رکھتی ہے کہ ہر ایک فرقہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات جامع کمالات پر ایمان رکھتا ہے، اس کو اپنے دستور العمل بنائے سورت مذکور حسب ذیل ہے۔

(1) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَo اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِo اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُo اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَo صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَo (الفاتحۃ 1-7:1) (پڑھ) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان بڑا رحم والا ہے۔ ہر ایک قسم کی بڑائی اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ بڑا مہربان بڑے رحم والا ہے قیامت کے دن کا مالک ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ ہم کو سیدھی راہ پر چلا۔ اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا۔ نہ ان لوگوں کی راہ جن پر غضب کیا گیا اور نہ گم راہوں کی راہ۔

اس سورت کی آیت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ نہایت دل رُبا طریق ادا کے ساتھ سورت کے وسط میں واقع ہوئی ہے اور اس مقصد عظیم کی طرف توجہ دلاتی ہے جس کے سبب سے یہ سورت قرآن مجید کے ابتداء میں مرقوم ہے۔ انسان طوعاً وکرہاً صراط مستقیم کا

محتاج ہے۔وہ اپنے دل سے اسی مفہوم کے ساتھ اور زبان سے انہیں الفاظ یا ان کے مترادف الفاظ کے ساتھ اپنی اصلی پیاس بجھانے کے واسطے رب العالمین سے آب حیات کا آرزومند ہوسکتا ہے۔وہ قرآن مجید کو ہاتھ میں لے کر **سورۂ الحمد** پر چند لمحے غور کرنے سے معلوم کرلیتا ہے کہ اس کی محتاج روح کو رب العالمین کے حضور میں اسی شکل سے اپنی درخواست پیش کرنی چاہیے جو انسان کو سعادت حاصل کرنے کے واسطے پورے طور پر تیار کرتی ہے۔وہ انکشاف حقیقت کی غرض سے آگے بڑھتا ہے اور آخر کار جلد معلوم کرلیتا ہے، کہ انسان کی یہ دعا قابل اجابت ہے اور تمام قرآن مجید اسی کی قبولیت کی شہادت ہے۔جس پر دشوار گزار راہ نے انسان کو حیران کررکھا ہے، قرآن مجید نے اس کڑی منزل کو آسان کردیا ہے۔اس مقام پر کثیر التعداد آیات میں سے صرف چند درج کی جاتی ہیں، جن سے معلوم ہوگا کہ انسان کی اس آرزو کو اُس **رحمٰن معلم قرآن** نے کیوں کر پورا کیا ہے۔

(2)...وَمَن يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍo(ال عمران3:101)

اور جس نے نگاہ رکھا اللہ (کے کلام) کو تو بے شک اُس کو سیدھا راستہ بتایا گیا۔

(3) أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَبَنِيٓ ءَادَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَٰنَ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌo وَّأَنِ اعْبُدُونِي ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌo(یٰسٓ36:60-61)

اے آدم کی اولاد کیا میں نے تم سے عہد نہیں کیا کہ شیطان کی عبادت نہ کرو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ میری عبادت کرو یہ صراط مستقیم (سیدھی راہ) ہے۔

(4)....وَإِنَّكَ لَتَهْدِيٓ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍo صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ أَلَآ إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُo(الشوریٰ42:52-53)

اور (اے رسولؐ) بے شک تو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے اُس اللہ

کی راہ کی طرف جو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کا مالک ہے۔ آگاہ ہو جا کہ تمام کام اللہ ہی کی طرف پھر آئیں گے۔

اس آیت نمبر (2) میں اجمالاً بیان ہوا ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کر لیا یعنی اس کی کلام کو مدنظر رکھا اُس کو صراط مستقیم کی راہ نمائی ہو گئی۔

آیت نمبر (3) میں تفصیلاً مرقوم ہے کہ شیطان دشمنِ انسان کی عبادت نہ کرنا اور خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اسی کا نام صراطِ مستقیم ہے۔

آیت نمبر (4) میں مزید وضاحت کے ساتھ جناب **خاتم النبیّین** کو ارشاد ہوا ہے، کہ صراط مستقیم وہی ہے جس کی طرف لوگوں کو آپ ہدایت کرتے ہیں اور یہی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور اس کے حضور میں حاضر ہونے کی راہ ہے۔

انسان کے دردِ دل کا علاج بتلا دینے اور مختلف طریقوں سے اس کو ذہن نشین کرا دینے کے بعد اس سے فائدہ اٹھانا بالکل اُس کی اپنی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ دیکھو آیات ذیل۔

(5) **قُلْ يَآ اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ج فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ ج وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ج وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ** o(یونس 10:108) کہہ دے (اے رسولؐ) بے شک تمہارے پاس الحق (قرآن مجید) تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے، پس جس نے ہدایت پالی اُس نے اپنے ہی فائدے کے لیے ہدایت پائی اور جو گم راہ ہوا اس نے اپنا ہی نقصان کیا اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔

(6) **وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ...** (الکہف 18:29) اور کہہ دے (اے رسولؐ) کہ الحق (قرآن مجید) تمہارے

رب کی طرف سے ہے، پھر جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے انکار کرے۔

(7) اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ○ (الدھر 3:76) ہم نے انسان کو سیدھی راہ کی ہدایت کر دی ہے، چاہے شکر گزار ہو، اور چاہے ناشکرا ہو۔

آیت نمبر (5) میں صراحت سے بتلایا گیا ہے کہ قرآن مجید پر عمل کرنے میں انسان کا اپنے فائدہ ہے اور اس کو ترک کرنے سے اُس کا اپنا نقصان ہے۔ اور قرآن مجید کا نوع انسان کے واسطے مفید دستور العمل ہونا ہی اس کی صداقت کی شہادت ہے۔

آیت نمبر (6، 7) میں بیان ہوا کہ صراطِ مستقیم بتلا دینے کے بعد یہ امر انسان کی آزاد مرضی پر چھوڑا گیا ہے کہ ایمان لا کر اس راہ نمائی کا شکر گزار ہو یا انکار کر کے کفران نعمت کرے۔

اس سورت میں انسان کو دعا سے پہلے طریق حمد کی بھی تعلیم دی گئی ہے اور دعا کو حمد کے بعد اسی انداز میں ادا کرنے کا حکم قرآن مجید کی آیت ذیل سے پایا جاتا ہے۔

(8) هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (المؤمن 65:40) وہ (اللہ) زندہ ہے کوئی اور معبود نہیں مگر وہی۔ پس اُسی کو پکارو خالص دین دار ہو کر (کیوں کہ) ہر ایک قسم کی بڑائی اللہ کے واسطے ہے جو تمام جہان کا پالنے والا ہے۔

آیت کے الفاظ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'' سے پوری سورہ الحمد کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو ایک جامع دعا کی حیثیت میں کتاب اللہ کے ابتداء میں مرقوم ہے اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے واسطے اس سے بہتر کوئی دعا نہیں ہو سکتی۔

اصل مقصود آیت سے یہ ہے کہ انسان کو حقیقی سعادت اس دُعا سے اُس وقت حاصل ہو سکتی ہے کہ اُس کے دل سے غیر اللہ کی عظمت دور ہو جائے اور وہ خالص دل

لے کر اللہ تعالیٰ کی حضور میں حاضر ہو کیوں کہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا معبود ہے اور اُس کے سوائے سب فنا ہونے والے ہیں۔

قرآن مجید کی دوسری سورت کا پہلا خطبہ جس نے بُت پرست ملک عرب میں کھلبلی مچا دی، اور اہل عالم کو خواب غفلت سے جگا دیا حسب ذیل ہے۔

(9) يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ○ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ○ (البقرہ 2:22-21) اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا تا کہ تم تقویٰ حاصل کرو، رب وہ ہے جس نے تمہارے واسطے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اُس سے تمہارے کھانے کے واسطے پھل اُگائے پس اللہ کے برابر کسی کو مت بناؤ اور یہ (سب باتیں) تم جانتے ہو۔

اس عظیم الشان خطبہ میں بتلایا گیا ہے کہ عبادت کے لائق وہی رب العالمین ہے جس نے

ا۔ تم کو اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا۔

ب۔ ساری زمین کو تمہاری قیام گاہ اور آسمان کو ڈیرہ بنایا۔

ج۔ بادلوں سے پانی برسا کر تمہارے لیے پیداوار سے رزق مہیا کیا۔

ان قدرتی مشاہدات کے پیش کرنے کے بعد ارشاد ہوا ہے کہ ان تمام حالات سے تم آگاہ ہو، اور انکار نہیں کر سکتے کہ ان عظیم الشان طاقتوں کا مالک وہی قادر مطلق ہے۔ اُس کے جلال کی واقعی عزت اسی میں ہے، کہ تم کسی کام میں اُس کا شریک نہ بناؤ۔

مشرکین کے لیے کوئی آواز اس سے زیادہ تعجب خیز اور حیرت انگیز نہ تھی، کہ اُن کو متفرق معبودوں سے پھیر کر اللہ تعالیٰ کو ذاتِ واحد کی طرف بلایا گیا۔ دیکھو آیت ذیل۔

(10) وَعَجِبُوٓا أَنْ جَآءَ هُمْ مُّنذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُونَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ o أَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ إِلٰهًا وَّاحِدًا إِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ o (صٓ 38:5-4) اوران لوگوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس کوئی آگاہ کرنے والا انہیں میں سے آئے، اور کافروں نے کہہ دیا کہ یہ جادوگر بڑا جھوٹ بولنے والا ہے۔ اس نے سب معبودوں کے مقابلہ میں ایک معبود قرار دے لیا ہے، بے شک یہ ایک عجیب بات ہے۔

قرآن مجید نے اسی خطبہ کو اصل دین قرار دیا، اور بتلا دیا کہ یہی صراط مستقیم ہے جس پر چل کر انسان کبھی گمراہ نہیں ہوتا۔ دیکھو آیاتِ ذیل۔

(11) لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قف قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ج فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ق لَا انْفِصَامَ لَهَا ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ o (البقرۃ 2:256) دین میں زبردستی نہیں ہے۔ بلا شبہ گمراہی سے ہدایت کھلے طور پر ظاہر ہوگئی۔ پھر جو غیر اللہ کی عبادت سے انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو بے شک اُس نے مضبوط ذریعہ پکڑا جس کے لیے ٹوٹنا نہیں ہے، اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

(12) وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ إِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ط وَإِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ o (لقمن 31:22) اور جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہے پھر بے شک

اُس نے ایک مضبوط ذریعہ پکڑلیا اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کا انجام ہے۔
آیت نمبر (9) میں خالص رب العالمین کی عبادت اور شرک سے بچنے کا حکم تھا۔
آیت نمبر (11) میں اسی مفہوم کی تفسیر اس طرح پر کی گئی ہے کہ غیر اللہ کی عبادت سے انکار اور یمان باللہ کا اقرار ہی اصل دین ہے۔
آیت نمبر (12) میں الفاظ وَهُوَ مُحْسِنٌ کی ایزادی سے مفہوم مذکورہ بالا کو اور بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ اعتقادی امور کے ساتھ عملی زندگی کی بھی ضرورت ہے جو نیکی اور خلوص پر مبنی ہو۔
یہی اصل محکم ہے جس پر شجر اسلام قائم ہے اور اسی کے اِکمال و اتمام کی عزت قرآنِ مجید کو عطا ہوئی، دیکھو آیت ذیل۔

(13)... اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ...(المآئدة5:3) آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا، اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا، اور میں نے تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا۔

جس عظیم الشان خطبہ سے اس کتاب کی ابتداء ہوئی تھی اُسی پر اس کا خاتمہ ہوا ہے۔ دیکھو سورۂ ذیل:

(14) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌo اَللّٰهُ الصَّمَدُo لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْo وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌo (الاخلاص112:1-4) کہہ دے (اے رسولؐ) وہ اللہ ایک ہے، تمام مخلوقات کا حاجت روا ہے، نہ اُس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ خود جنایا گیا ہے، نہ کوئی اور اُس کی شان کا ہے۔

اس سورت میں اُس پہلے خطبہ کو ایک اور انداز میں بیان کیا گیا ہے، یعنی دُنیا میں

جس رب العالمین کی خالص عبادت قائم کرنے کے واسطے مذہب اسلام کاظہور ہوا ہے، وہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، تمام عالم کا مرجع اور حاجت روا ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا ہے، کہ اولاد کی حیثیت میں اُس کا وارث ہو، نہ وہ خود جنایا گیا ہے کہ موت اُس پر وارد ہو، نہ کوئی اُس کے شان کا ہے کہ اُس کی برابری کا دم مار سکے۔

اس ابتدائی اور انتہائی اتحاد سے عملی صورت میں بتلادیا گیا ہے کہ اس کے مابین جو امور ہیں، وہ اسی شجر اسلام کی سرسبز شاخیں اور اسی کے خوشنما برگ وبار ہیں۔

اس کے بعد قرآن مجید میں دوسورتیں ہیں، جن پر اس کتاب کا خاتمہ ہوا ہے، ان سورتوں کے ذریعے سے یہ عملی سبق دیا گیا ہے، کہ قرآن مجید کی قرأت کے بعد انسان کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہنے کا آرزومند ہونا چاہئے۔ اس مقام پر سب سے آخری سورت کو درج کیا جاتا ہے، دیکھو سورۂ ذیل۔

(15) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ o مَلِكِ النَّاسِ o إِلٰهِ النَّاسِ o مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ o الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ o مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ o (النّاس 114:6-1) (پڑھ) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان بڑا رحم والا ہے۔ کہہ دے (اے رسولؐ) میں پناہ چاہتا ہوں، انسان کے رب کی انسان کے مالک کی انسان کے معبود کی اس شیطان کے وسوسوں کی بُرائی سے جو جن وانس میں سے لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

اس سورت میں بتلایا گیا ہے کہ انسان کی مخلصی اسی امر میں ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں لے آئے کیوں کہ

اول: وہی تمام انسانوں کا حقیقتاً تربیت کرنے والا ہے، مالک ہے معبود ہے۔

دوم: اُسی کی پناہ میں رہنے سے انسان شریروں کے وسوسوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

ربُّ العالمین کی پناہ میں آنے سے مقصود یہ ہے کہ انسان ہمیشہ اپنے معاملات میں اُسی کی پاک کتاب کے زیر سایہ رہے، اور اُسی کے فیصلہ کو بہ طیب خاطر تسلیم کرے۔ زمانِ نزول قرآن مجید میں حاسد اور شریر جماعتوں نے خلافِ واقع روایات کے ذریعے سے جو وسوسے پیدا کر دیئے تھے، یا ایسے لوگ آئندہ جو اوہام پیدا کریں، اُن کے بُرے نتائج سے بچنے کا یہی ایک ذریعہ ہے، کہ انسان اپنے آپ کو کلامِ ربُّ الناس (قرآن مجید) کی پناہ میں کر لے۔

اس سورت کا قرآن مجید کے خاتمہ پر ہونا ایسا ہی ضروری تھا جیسا سورۃ الحمد کا اُس کے ابتداء میں ہونا اس ترتیب کی تائید آیت ذیل سے ہوتی ہے۔

(16) فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ (النحل 16:98)

پھر جب تو قرآن پڑھ چکے تو پناہ مانگ ساتھ اللہ کے شیطان مردود سے۔

اس آیت کے ترجمہ میں فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ کے معنے یہ کئے گئے ہیں، "پھر جب تو قرآن پڑھ چکے"، اس معنی کی تائید قرآن مجید کی بے شمار آیات سے ہوتی ہے جہاں صیغہ ماضی پر اذا کا استعمال ہوا ہے۔

اس مقام پر صرف وہ آیتیں بطور مثال کے درج کی جاتی ہیں جو بلحاظ ترتیب الفاظ، صیغۂ خطاب اور نحوی ترکیب کے اس آیت کے بہت زیادہ مشابہ ہیں۔

(17)... وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ○ (ال عمران 3:159) اور تو اُن سے کام میں مشورہ کر، پھر جب تو پختہ ارادہ کر لے تو اللہ پر توکل کر، بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(18) وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ....(الانعام 68:4) اور جب تو ان لوگوں کو دیکھ لے جو ہماری آیتوں میں خوض (خلط مبحث) کرتے ہیں تو اُن سے منہ پھیر لے یہاں تک کہ اس کے سوا کسی اور بات میں خوض کرنے لگ جائیں۔

(19) فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ o(المؤمنون 28:23) پس جب تو اور تیرے ساتھی کشتی پر برقرار ہو چکیں، پھر کہہ سب قسم کی بڑائی اسی اللہ کے واسطے ہے، جس نے ہم کو ظالموں کی قوم سے نجات دی۔

(20) فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ oوَإِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ o(الم نشرح 94:8-7)
پھر جب تو فارغ ہو جائے تو قائم ہو جا اور اپنے رب کی طرف رجوع کر۔

آیت نمبر (17) میں الفاظ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ مرقوم ہیں جن میں اہل الرائے سے مشورہ کرنے کا حکم ہے، اس کے بعد ارشاد ہوا ہے کہ جب تو پختہ ارادہ کر چکے تو اللہ پر بھروسہ کر، بے شک اللہ ایسا بھروسہ رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اگر کسی ارادہ پر قیام اور استحکام نہیں تو توکل کا حکم بیکار ہو جائے گا۔

آیت نمبر (18) میں ہے کہ جب تو اُن لوگوں کو دیکھ لے (یا دیکھ چکے) جو ہماری آیات میں خوض کرتے ہیں، یعنی اصلی مفہوم کو خلط ملط کر دیتے ہیں تو اُن سے منہ پھیر لے، یہاں تک کہ وہ اس کے سوا اور باتوں میں خوض کرنے لگیں۔ ایسے لوگوں سے اعراض کا جو حکم ہے وہ رویت سے پہلے عائد نہیں ہو سکتا۔

آیت نمبر (19) میں جناب نوح سلامٌ علیہ کو حکم ہوتا ہے کہ جب تو اور تیرے

ساتھی کشتی پر برقرار ہوچکیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر کر جس نے تم کو ظالموں سے نجات دی۔اس ادائے شکر کی تعمیل اُس وقت تک ہو نہیں سکتی کہ تمام جماعت کشتی پر سوار ہو کر ظالموں کی زد سے نکل جائے۔آیت نمبر (20) میں ہے کہ جب تو اشغال سے فارغ ہو چکے تو استقلال سے قائم ہو کر اپنے رب کی طرف رجوع کر۔

ان تمام آیات کے مسلمہ طور پر یہی معنے لیے جاتے ہیں جو اوپر مرقوم ہیں کیوں کہ سوا ان معانی کے دوسرے معانی جن سے اُس فعل کا ارادہ مقصود ہو جس پر اِذا واقع ہوا ہے کبھی راست نہیں آتے۔

آیاتِ مذکورہ بالا کے آخر میں چونکہ شرطیہ احکام درج ہیں اس واسطے شرائط مندرجہ آیات کا عمل بھی بزبانِ حال یا استقبال ہوگا۔

علاوہ ان آیات کے واقعات ذیل بھی انہیں معنوں کے مؤید ہیں۔

اول: نظم وترتیب قرآن مجید میں جو یقیناً من جانب اللہ ہے۔اس حکم کے طریق عمل کا عملی سبق **معوذتین** سے ملتا ہے جو قرآن مجید کے خاتمہ پر ہیں۔

دوم: اگر اس حکم کی تعمیل قرآن مجید کی قرأت شروع کرنے سے پہلے ضروری ہوتی تو لازم تھا کہ ترتیب قرآن مجید میں یہ سورتیں ابتداء میں مرقوم ہوتیں۔یا کوئی اور الفاظ ہوتے جن سے اس حکم کی تعمیل اسی طرح ہو جاتی جیسے ان دونوں سورتوں کے اخیر میں رکھنے سے ہوئی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

سوم: قرآن مجید میں جہاں کہیں صیغہ ماضی پر اِذا کا استعمال ہوا ہے۔وہاں مصدری معنے کا ارادہ کرنا مقصود نہیں ہے۔سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَo وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَo وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo (صٓ 37:180-182)

تمت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

درج ذیل کتب (E-Books)

کی Djvu Files مفت دستیاب ہیں

معجم الادوات و الضّمائر فی القرآن الکریم

(تکملة المعجم المفہرس لا لفاظ القرآن الکریم)

☆ ڈاکٹر اسمٰعیل احمد عمایرہ ☆ ڈاکٹر عبدالحمید مصطفیٰ السید

=================

مشمولاتِ قرآنِ عظیم

☆ میجر جنرل محمد نواز ملک

=======================

المعجم المفہرس لا لفاظ القرآن الکریم

☆ محمّد فؤاد عبدالباقی

=================

قرآن سمجھنے کے لیے معاون مزید E-Books کے لیے رابطہ فرمائیں۔ شکریہ۔

☆درج ذیل کتب کم قیمت پر دستیاب ہیں☆

☆ قرآن کا معاشی نظریہ (رحمت اللہ طارق)

☆ قربانی کی شرعی حیثیت (رحمت اللہ طارق)

☆ قتل مرتد کی شرعی حیثیت (رحمت اللہ طارق)

☆زمینداری جاگیرداری اور اسلام (رحمت اللہ طارق)

☆ لباس اور چہرہ کیسا ہونا چاہئے؟ (رحمت اللہ طارق)

☆ تفسیر منسوخ القرآن (رحمت اللہ طارق)

☆ تفسیر برہان القرآن (رحمت اللہ طارق)

☆ تفسیر میزان القرآن (رحمت اللہ طارق)

☆ دانشوران قرآن (رحمت اللہ طارق)

☆ ہمارے دینی علوم ☆ (علامہ حافظ محمد اسلم جیراجپوری)

☆عیسیٰؑ ابن مریم (ابن مریم پرویز اور طاہر سورتی)

☆(محمد عصمت ابو سلیم)

☆ شَهَادَتُ الْفُرْقَان عَلىٰ جَمْعِ الْقُرْآن

☆ شیخ عطاء اللہ

☆المعجم المفهرس لالفاظ القرآن الكريم

قیمت اور ڈاک خرچ کے لئے رابطہ برائے خط، SMS, E-Mail، فون

sirsyedmemlib@hotmail.com

سر سید میموریل لائبریری ۔ کالج شاپ، جی ٹی روڈ، باغبانپورہ، لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

...اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ o

(تم سب) قائم کرو الصلوٰۃ اور نہ ہو جاؤ مشرکین۔ (الرّوم 31:30)

اَلصَّلٰوۃ سے زندگی کا ربط



مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی



سر سید میموریل لائبریری، باغبان پورہ، لاہور

الصلٰوۃ سے زندگی کا ربط۔

ایک دو جگہ نہیں، کئی سو جگہ قرآن مجید میں صلٰوۃ کا حکم، صلٰوۃ کا مقصد، اہل صلٰوۃ کی مدح وغیرہ موجود ہے۔ ہمیں اس وقت ان کی تفصیلات میں جانا نہیں، بلکہ صلٰوۃ کے ایک خاص پہلو کو اجاگر کرنا ہے۔ اس زاویۂ نظر سے اگر صلٰوۃ کو نہ دیکھا جائے تو صرف صلٰوۃ ہی کی نہیں بلکہ پورے نظام عبادت کی وسیع دُنیا ایک تنگ وتاریک کوٹھڑی میں بند ہو کر رہ جاتی ہے۔ صلٰوۃ کا ترجمہ ہماری زبان میں ''نماز'' کیا جاتا ہے۔ ہم بھی یہی لفظ استعمال کریں گے۔ لیکن نماز کو محض چند حرکات وکلمات نہ سمجھا جائے۔ بلکہ اس سے صلٰوۃ ہی کا وہ وسیع مفہوم سمجھئے جس کی تھوڑی تشریح اس وقت پیش کرنا چاہتے ہیں۔

پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ صلٰوۃ کو عموماً ہر جگہ اقامت سے وابستہ کیا گیا ہے۔ کہیں **يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ** کہا گیا ہے اور کسی جگہ **اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ** ہے اور کسی جگہ **اَقَامُ الصَّلٰوة** وغیرہ۔ جہاں صلٰوۃ اقامت کے بغیر ہے، وہاں نماز پڑھنا ہی سمجھنا چاہیئے۔ مثلاً.... **مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ.... وَمِن بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ**(النور 24: 58) وغیرہ۔

اقامت کے معنی ہیں قائم کرنا، قائم رکھنا۔ یہ لفظ کسی ایسے کام کے لیے نہیں آتا جو چند منٹ کے لئے ہوا اور پھر ختم ہو جائے۔ قرآن میں ہے:... **اَقِيْمُوا الدِّيْنَ**...(الشوریٰ 42:13) دین قائم کرو۔ اس کا یہ مفہوم نہیں کہ چند منٹ یا چند دن کے لیے دین قائم رکھو، اس کے بعد ختم کر دو۔

اور اقامتِ حدود... **أَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ** ...(البقرة 2-230) کا مطلب بھی اس کا مستقل قیام ہے۔ **وَأَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ**(الرحمٰن 55:9) کا یہ مطلب نہیں

کہ کبھی برابر تو لو اور کبھی ڈنڈی مارلو، بلکہ یہ ایک مستقل کاروبار ہے۔

مختصر یہ کہ صرف نماز پڑھ لینے کا کام تو چند منٹ میں پورا ہو جاتا ہے، اس لیے اس پڑھ لینے پر لفظ اقامت صادق نہیں آتا۔ اقامت ایک ایسا فعل ہے جس میں قیام ودوام ہوتا ہے۔ گویا اقامت صلوٰۃ ایک نظام ہے جو چند منٹ بعد ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ دوامی طور پر قائم رہتا ہے۔ نماز کے کلمات وحرکات ایک جز ووقتی اظہار ہے ہمہ وقتی نظام صلوٰۃ کا اور یہ ایک ایسا نظام ہے جو پوری زندگی کے اعمال وظائف کو اپنی آغوش میں سمیٹے ہوئے ہے۔ ایک فوجی سپاہی جب اپنی پریڈ سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اب یہ فوجی سپاہی نہیں رہا۔ وہ بہر حال ہمہ وقتی فوجی سپاہی ہے، پریڈ سے پہلے بھی، پریڈ کے وقت بھی اور پریڈ کے بعد بھی۔

اسی طرح ایک نمازی صرف اسی وقت نمازی نہیں رہتا، جب وہ نماز پڑھ رہا ہوتا ہے۔ وہ پڑھنے سے پہلے، پڑھنے کے دوران اور پڑھ چکنے کے بعد ہر حال میں نمازی ہے۔ کیونکہ اس کی پوری زندگی نماز ہے، اگر وہ مومن ومسلم ہے۔ اگر نماز پڑھنے سے پہلے اور بعد میں اس کی زندگی نماز نہیں تو اس کی نماز صرف پڑھ لینا تو ہے لیکن اقامت صلوٰۃ نہیں۔

صلوٰۃ کو قرآن نے جہاں نماز پڑھنے کے معنے میں لیا ہے۔ وہاں اس کا ایک بہت وسیع مفہوم بھی لیا ہے اور یہ معنی اقامت صلوٰۃ کے مفہوم سے قریب ترین رشتہ رکھتا ہے۔ ارشاد قرآنی ہے کہ:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَٰفَّٰتٍ ۖ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝ (النور 41:24)

یعنی کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو بھی زمین وآسمان میں ہے، وہ اور پروں کو پھیلائے

ہوئے پرندے سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ یہ سب کے سب اپنی صلوٰۃ
اور تسبیح سے واقف ہیں۔ اور یہ جو کچھ کرتے ہیں۔ اللہ اسے جانتا ہے۔

ذرا سوچئے۔ کیا یہ اُڑتے ہوئے پرندے وضو کرتے ہیں؟ اذان کہتے ہیں؟ قبلہ رو ہو کر نیت باندھتے ہیں؟ قیام، رکوع، قومہ، سجود، تشہد کر کے سلام پھیرتے ہیں؟ یقیناً نہیں۔ پھر ان کی نماز کا کیا مطلب ہوا؟ ظاہر ہے کہ ان کی صلوٰۃ کا مطلب فرائض وجود کی ادائیگی ہے جو ان کی اپنی اپنی جبلت وفطرت کے مطابق ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح انسان کی صلوٰۃ کا مطلب بھی اس کے فرائض زندگی کی ادائیگی ہے اور یہی اقامت صلوٰۃ کا مفہوم ہے۔ محض صلوٰۃ یا نماز پڑھنا صرف ایک حصہ ہے اس پورے نظام اقامت کا جس کا تعلق انسان کی اختیاری زندگی سے ہے۔ وہ سپاہی کبھی سپاہی تصور نہیں کیا جا سکتا جو پریڈ میں حاضر ہو جایا کرے۔ لیکن نہ تو سپاہی کی زندگی اختیار کرے اور نہ سپاہی کے فرائض ادا کرے۔ مومن اللہ کا سپاہی ہے اور اس کا حال بھی اس سپاہی سے مختلف نہیں۔

غرض فرائض زندگی میں صرف نماز پڑھ لینا نہیں ہے۔ بے شمار دوسری چیزیں بھی ہیں۔ چوبیس گھنٹوں کی تمام نمازیں زیادہ سے زیادہ دو چار گھنٹے لے سکتی ہیں، باقی بیس بائیس گھنٹے کیا صلوٰۃ سے خالی رہنے چاہئیں؟ اگر وقت کا یہ بڑا حصہ صلوٰۃ سے خالی ہوا اور صرف فرض ونفل نمازیں ادا کر لی جائیں تو ادائے صلوٰۃ تو شاید ہو جائے لیکن اقامتِ صلوٰۃ نہیں ہو سکتی۔ اقامتِ صلوٰۃ تو وہ پورا نظام ہے جس کی اقامت ساری زندگی کے وظائف واعمال پر حاوی ومحیط ہوتی ہے۔

دوسرے لفظوں میں اسے یوں کہئے کہ صلوٰۃ میں وہ تمام ذرائع ووسائل بھی داخل ہیں جو صلوٰۃ تک پہنچاتے ہیں یا جن کے بغیر ادائے صلوٰۃ نہیں ہو سکتی۔ اور اس صلوٰۃ میں

وہ تمام مقاصد ونتائج بھی شامل ہیں جن کی تکمیل بذریعہ صلوٰۃ ہوتی ہے اس کی کچھ تشریح بھی سُن لینی چاہیے، اس سے کچھ اندازہ ہو سکے گا کہ یہ اقامت صلوٰۃ کا نظام کس طرح پوری زندگی کے وظائف واعمال پر حاوی ہے۔

ذرا غور کیجئے!

1۔ فرض نماز اجتماعی طور پر ادا کی جاتی ہے اور جس جگہ ادا کی جاتی ہے اسے مسجد کہتے ہیں۔ ہر دور کے تمدن اور ہر ملک کے موسمی حالات کے مطابق مسجد تعمیر کرنا صلوٰۃ ہی کا ایک جزو ہے۔ یہ مساجد ہماری اجتماعی تربیت کا مرکز ہوتی ہیں۔لیکن یہ یوں ہی نہیں بن جاتیں۔موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق اس میں پختہ اینٹیں، سیمنٹ، لوہا، لکڑی، رنگ، نقش ونگار، خطاطی، سنگ تراشی، انجینئرنگ، سمت کعبہ کی درستی وغیرہ سب کچھ صلوٰۃ ہی کا حصہ ہے۔دوسرے لفظوں میں اینٹوں کا بھٹہ لگانا بھی صلوٰۃ ہے، سیمنٹ کا کارخانہ چلانا، لوہے کی فیکٹری لگانا، لکڑی چیرنے کی آرا مشین اور کارپینٹری، رنگ تیار کرنا، عمدہ نقش ونگار اور خطاطی کا فن، سنگ تراشی کا ہنر، انجینئری، سمتِ کعبہ درست کرنے کا جغرافیائی علم، چٹائیاں اور دریاں بنانے کا کام سب کچھ صلوٰۃ ہے۔اگر وہاں گھڑی لگاتے ہیں تو گھڑی سازی کا کام بھی صلوٰۃ ہے، وہاں اگر برقی پنکھے، قمقمے اور لاؤڈ اسپیکر لگائیں تو پاور ہاؤس قائم کرنا بھی صلوٰۃ ہے۔یہ تمام باتیں ہر جگہ اور ہر مسجد میں فی الحال نہیں اور ان میں کئی چیزیں ایسی بھی ہیں جن کے بغیر مسجد کا کام چل رہا ہے۔ لیکن اس کے جتنے ضروری اجزاء امکان واستطاعت کے مطابق شامل مسجد ہیں، وہ بہر حال صلوٰۃ ہیں۔اور آئندہ جو چیزیں شامل مسجد ہوتی رہیں گی، وہ بھی داخل صلوٰۃ ہوں گی۔مسجد کا صلوٰۃ سے اتنا گہرا ربط ہے کہ قرآن میں عبادت گاہ کو موضع الصلوٰۃ کی بجائے تنہا، صلوٰۃ ہی کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔

...لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوٰتٌ وَمَسَاجِدُ ....(الحج40:22)

پس خود مسجد (سجدہ گاہ) صلوٰۃ ہےتو مسجد جن اجزاء سے مرکب ہوگی وہ سب صلوٰۃ ہی ہونگے۔

2-اس کے بعد دیکھیے صلوٰۃ کے لیے طہارت بدنی بھی ضروری ہے۔بصورتِ جنابت غسل (...وَإِنْ كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا....المائدۃ6:5) اورعام حالات میں وضو ... إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلوٰةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ .....المائدۃ6:5)بدنی طہارت کے علاوہ کپڑوں کی طہارت بھی ضروری ہے۔ان تمام طہارتوں کے بغیر نماز نہیں ہوسکتی۔لہٰذا طاہرومطہر پانی حاصل کرنے کے جتنے وسائل ہیں وہ سب صلوٰۃ ہی ہیں۔خواہ وہ کنوئیں کی کھدائی ہویا ہینڈ پمپ کے لیے بورنگ کا ہنر ہویا پائپ کے ذریعے ٹونٹیوں تک پانی لانے کے لیے واٹر ورکس کا انتظام ہو،سب کچھ صلوٰۃ ہی ہے۔

3ستر پوشی بھی نماز کے لیے ضروری ہے(...خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ.... اعراف 7-31)پس گرم وسرد کپڑے تیار کرنے کے لیے جتنی ملیں یا کھڈیاں ہیں وہ بھی صلوٰۃ ہیں بلکہ انہیں سینے کے سوئیاں،مشینیں اور دھاگے تیار کرنا بھی صلوٰۃ ہے۔کیونکہ ان چیزوں کے بغیر وہ ستر پوشی نہیں ہوسکتی جو نماز کے لیے ضروری شرط ہے۔

4- نماز میں شریک ہونے کے لیے جسمانی صحت بھی ضروری ہے۔لہٰذا خالص غذاؤں کا اہتمام اور میڈیکل سائنس اور دوائیں تیار کرنے والے کارخانے بھی صلوٰۃ ہیں۔

5- نماز میں یکسوئی خشوع وخضوع اور حضورقلب بھی ضروری ہے۔لہٰذا ایسا ہموار معاشرہ قائم کرنا بھی صلوٰۃ ہے،جس کا عادلانہ نظام ذہنوں کو سکون بخشے۔جہاں کی معاشی بدحالی دلوں کا چین نہ چھین لے،جہاں نہ حزنِ دوش ہو اور نہ فکر فردا۔جہاں چوری اغواء

قتل، ڈاکہ، غضب، ظلم، ناانصافی، جانب داری، طبقاتی تفاوت وغیرہ کا کوئی خوف نہ ہو۔ جہاں ہر ایک کے پاس مکان ہو۔ بال بچوں کی تعلیم، تربیت علاج، خوراک، پوشاک اور روزگار کے لیے ترسنا نہ پڑے۔ جہاں ہر فرد کو ترقی کے لیے یکساں مواقع حاصل ہوں۔ اور ہر شخص کو جینے کا حق، خوش اور پرسکون رہنے کا حق حاصل ہو۔ ایسا معاشرہ قائم کرنا صرف جزوِ صلوٰۃ نہیں عین صلوٰۃ ہے۔ ایسی عین صلوٰۃ جو صلوٰۃ کا اصل مقصد ہے اور صلوٰۃ کا لازمی تقاضا ہے۔ ایسا معاشرہ قائم کرنے کی ہر کوشش عین جہاد فی سبیل اللہ ہے اور اس کوشش سے غفلت بے اعتنائی اور کوتاہی برتنا جہاد سے صریح روگردانی ہے۔ اس جہاد کے بغیر محض نماز پڑھ لینا ایک بے روح بے کیف اور بے معنی سا عمل ہے۔

نتیجہ:

آپ نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ محض نماز پڑھ لینا بس ایک عمل نماز ہے، لیکن یہ اقامتِ صلوٰۃ نہیں۔ اقامتِ صلوٰۃ کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ زندگی کا کوئی گوشہ اس سے خالی نہیں۔ صلوٰۃ جب مسجد کی چار دیواریوں سے باہر نکلتی ہے تو پوری زندگی پر پھیل کر اقامتِ صلوٰۃ بنتی ہے اور وہ ساری کوششیں جو اس نظام کے قیام کے لیے ہوں جہاد ہوتی ہیں اور اس جہاد میں جنگ، صلح معاہدہ، جنگی تیاریاں، اسلحہ سازی حکمت عملی غرض سب کچھ صلوٰۃ ہی ہوگی۔ کیونکہ سب کا مقصد اقامتِ صلوٰۃ ہی ہے۔

یہ عجیب بات ہوگی کہ صرف نماز پڑھ لینا تو صلوٰۃ ہو اور وہ تمام چیزیں صلوٰۃ سے خارج ہوں جن کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی، یا محض رسمی نماز ہوتی ہے۔

صلوٰۃ وزکوٰۃ کا ربط۔

اس سلسلے میں ایک بڑی حقیقت اور بھی پیش نظر رکھنی چاہیے اور وہ یہ ہے کہ قرآن میں بیشتر جگہ صلوٰۃ سے زکوٰۃ کو وابستہ رکھا گیا ہے۔عموماً اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کو ایک ساتھ ہی بیان کیا گیا ہے۔جس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں،اور دونوں ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔زکوٰۃ بھی صلوٰۃ کی طرح ایک پورا نظام ہے اور صلوٰۃ ہی کی طرح زکوٰۃ بھی تفصیل چاہتی ہے۔لیکن یہاں مختصر لفظوں میں دونوں کا نا قابل انقطاع ربط معلوم کرنے کے لیے اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ زکوٰۃ ایک ایسا معاشی نظام ہے جو سب کو خوشحال کردے اور کوئی کسی کا محتاج نہ رہے۔یعنی دولت کی گردش ایسے انداز سے ہوتی رہے کہ سب کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔یہی وہ معاشرہ ہے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔زکوٰۃ کا یہ مطلب سمجھنا صحیح نہیں کہ ایک طبقہ دولت مندوں کا دوسرا خیرات پر پلنے والوں کا ہمیشہ موجود رہے۔اگر خوشحالی اتنی عام ہوجائے کہ کوئی زکوٰۃ کا لینے والا باقی نہ رہے تو نہ اللہ اور رسول کو اس کا افسوس ہوگا نہ اسلام کو اس سے کوئی صدمہ و نقصان پہنچے گا۔بلکہ خوشی ہوگی کہ اسلام کا اصل مقصد پورا ہو رہا ہے۔قتال کے ہزار فضائل ہوں لیکن یہ مقصود نہیں۔مقصد امن وسلامتی ہے۔اگر امن قائم ہوکر قتال ختم ہوجائے تو اس سے اسلام کے حکم قتال کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔بلکہ مقصد قتال پورا ہوجائے گا۔اسی طرح اگر خوشحالی عام ہوکر زکوٰۃ کا سسٹم ختم ہوجائے یعنی کوئی زکوٰۃ لینے والا غریب نہ رہے تو زکوٰۃ کا عظیم مقصد پورا ہوجائے گا۔اس سے کسی اسلامی حکم کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔اس مقصد کی تکمیل اگر ڈھائی

فیصد لینے سے پوری ہوتو ڈھائی فیصد لیا جائے گا۔ اگر زیادہ کی ضرورت ہوتو زیادہ وصول کیا جائے۔

اِنَّ فِی الْمَالِ لِحَقًّا سَوَ ائَ الزَّکوٰۃِ ۔ (ترمذی عن فاطمہ بنت قیس)

اگر عفو یعنی زائد از ضرورت کل کی کل پونجی کی ضرورت ہوتو ''عفو'' لے لیا جائے اور کچھ بھی لینے کی ضرورت نہ ہوتو کچھ بھی نہ لیا جائے گا۔ یعنی ہر شخص محنت کر کے اپنا ثمرہ محنت (پیداوار) مملکت کے حوالے کر دے گا اور نمائندہ گانِ مملکت اس کی تمام ضروریات کے ذمہ دار ہوں گے۔ ایسے نظام کا آپ جو بھی چاہیں نام رکھ لیں اس سے بحث نہیں، لیکن اسلامی نظامِ زکوٰۃ سے اس کا کوئی ٹکراؤ نہیں بلکہ نظامِ زکوٰۃ کے مقصد کی تکمیل ہے۔

نظامِ زکوٰۃ اور اقامتِ صلوٰۃ دونوں ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ دونوں ایثار اور بے لوثی چاہتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور دونوں مل کر اخلاق و معاش کے نظام کی تکمیل کرتے ہیں۔ اقامت صلوٰۃ کا مقصد نظام زکوٰۃ کے بغیر پورا نہیں ہوسکتا۔ اخلاق اور معاش دونوں ایک دوسرے سے ایسے مربوط اور پیوستہ ہیں کہ اُن کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن پاک نے قصہ شعیبؑ میں اس حقیقت کو یوں بے نقاب کیا ہے کہ سیدنا شعیبؑ کا پیغام سن کر آپ کی امت نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ آپؑ کے پیغام صلوٰۃ کا مالیات پر کیا اثر پڑتا ہے۔ امت نے سوال کیا:

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ط اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُO (ھود 11:87)

اے شعیب! کیاتمہاری صلوٰۃ تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہمارے بزرگانِ خاندان جس چیز کی عبادت کرتے آئے ہیں اُسے بھی چھوڑ دیں اور اپنے مال و دولت میں جو تصرف کرنا چاہیں وہ بھی نہ کریں!

آپ نے ملاحظہ فرمایا؟ قوم شعیبؑ بھی اچھی طرح سمجھتی تھی کہ صلوٰۃ کا مطلب صرف نماز کا پڑھ لینا نہیں بلکہ اس کا تعلق براہ راست مال و دولت کے کنٹرول سے بھی ہے، مگر یہ معمولی سا نکتہ ابھی تک ہمارے پڑھے لکھے لوگوں کی سمجھ میں بھی مشکل سے آتا ہے۔ حالانکہ اس دور میں یہ حقیقت بالکل بے نقاب ہو چکی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے پیغام کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ بس نماز پڑھے جاؤ اور دُنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ ہونے دو اور چونکہ ہر ایک کا مال اس کی ''ملکیت'' ہے، اس لیے اس میں کوئی دخل نہ دو۔

طبقاتی کشمکش کا اصلی سبب:

واقعہ یہ ہے کہ آدم سے لے کر تا ایں دم دُنیا میں جتنی کشمکش ہوتی رہی ہے اس کی تہہ میں محض نماز روزہ کارفرما نہ تھا۔ روزے نماز سے اہل کفر کو کیا تکلیف تھی جو اہل ایمان اور پیغمبروں کی شدید مخالفت پر اتر آتے تھے؟ اہل کفر و شرک تو آج بھی نماز روزے کے پابند حضرات کے معتقد ہوتے ہیں۔ اور انہیں بے نماز روزے خور سے بہتر ہی سمجھتے ہیں۔ انکی انبیاءؑ اور مومنین جیسے پاکباز لوگوں کی دشمنی کرنے کی وجہ صرف نماز روزہ نہ تھی۔ اہل کفر اور اہل ایمان کی کشمکش کا سبب صرف یہ تھا کہ اسلام یعنی انبیاء سے انہیں اپنے مالی مفاد (ویسٹڈ انٹرسٹ) کو شدید خطرہ نظر آتا تھا اور واضح طور پر وہ سمجھتے تھے کہ یہ نماز صرف پوجا پاٹ نہیں۔ بلکہ سب سے پہلے یہ نماز استحصال کو ختم کرتی ہے۔ ان کے زائد از ضرورت مال پر ہاتھ ڈالتی ہے۔ ان کی وہ مسند اقتدار چھینتی ہے جو محض دولت وثروت

کے سہارے قائم ہے۔وہ ان تمام الہوں کو چکنا چور کرتی ہے جن میں سب سے بڑا مشہور الہ ثروت ودولت ہے۔وہ صرف اس سونے کے بچھڑے ہی کی پوجا کو نہیں ختم کرتی جو سامری نے بنایا تھا۔وہ سیم وزر کے ہر اس ڈھیر کو بت قرار دیتی ہے جسے قاضی الحاجات سمجھ کر اندوختہ کیا جاتا ہے اور ضرورت مندوں پر کُل کا کُل خرچ نہیں کیا جاتا۔یہ بت پتھر کے بتوں سے کہیں زیادہ بڑا اور عزیز بُت ہوتا ہے۔اگر کسی بنئے سے یہ کہا جائے کہ یا تو تم لکشمی دیوی کا بُت ہمیں دے دو یا اپنی تجوری سے لاکھ روپے نکال کر ہمارے حوالے کر دو، ورنہ تمہاری جان کی خیر نہیں۔تو وہ بنیا روپیہ کبھی نہیں دے گا۔اپنا بت دے کر اپنی جان بچالے گا۔اس کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ دولت لکشمی دیوی ہی کی برکت سے آئی ہے۔اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اسے دولت پتھر کے معبود سے زیادہ عزیز ہے۔

کشمکش کا سبب:

یہ دولت ہی ہے جو ہمیشہ سے اب تک دنیا میں کشمکش کا سبب رہی ہے یعنی دُنیا میں رسمی نماز طبقاتی کشمکش کا سبب کبھی نہیں ہوئی۔اگر ہوئی ہے تو صرف وہی نماز جس کو قوم شعیبؑ نے بھانپ لیا تھا کہ یہ محض رسمی پرستش نہیں بلکہ معاشی انصاف کی داعی اور نظام عدل کے لیے ساعی ہے اور دولت مندوں کو اپنی ذات پر ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ایسی صلوٰۃ کی ترغیب آج بھی دیجئے تو سارے مقدس سرمائے دار درمیان میں وہی مذہبی دلیل پیش کریں گے جو قوم شعیبؑ نے پیش کی تھی کہ کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے آبائی دین کو ترک کر کے اپنے مالی نظام سے دست بردار ہو جائیں، اگر آپ انہیں سمجھائیں کہ اسلامی نظام زکوٰۃ انسانوں کو امیر وغریب کے دو متخالف طبقوں میں بانٹ کر کشمکش کو باقی رکھنا نہیں چاہتا تو یہ لوگ اس وقت بھی قوم

شعیبؑ کی طرح کہہ اٹھیں گے کہ:

....مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِمَّا تَقُوْلُ ....(ھود 11:91)

""تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔""

قصصِ قرآنی اور تاریخی تقاضا:

قرآنی قصے دل بہلانے والی کہانیاں نہیں۔ وہ ایسے حقائق ہیں جن کو تاریخ دہراتی رہتی ہے۔ جو لوگ ان حقائق کو قابلِ اعتنا نہیں سمجھتے، یا سمجھ کر چھپاتے ہیں وہ آخر کار داستان پارینہ یا عبرت کا نمونہ بن جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج کے دور میں قومِ شعیبؑ کی تاریخ دہرائی جا رہی ہے۔ اس قوم نے ترازو کی ڈنڈی مارنا اپنا پیشہ بنالیا تھا لیکن شاید یہ جُرم اتنا بڑا نہ تھا کہ ان کا طبقہ الٹ دیا جاتا۔ یہ تو اُن کی پوری سوسائٹی کے معاشی نظام اور اس کے غیر عادلانہ کردار کا ایک علامتی نشان تھا۔ ان کا اصلی جرم انسان کو دو غیر متوازن طبقوں میں بانٹ دینا تھا۔ ایک طرف بے نواؤں مفلسوں اور فاقہ کشوں کی کراہتی ہوئی دنیا تھی اور دوسری جانب آسودہ حال عیش پسند مترفین کا ٹولہ تھا، جو دوسروں کو حق دیتے ہوئے ڈنڈی مارنا اپنا حق سمجھتا تھا۔ اسے ہنر مندی سمجھ کر دولت کے ڈھیر جمع کرتا اور اس ثروت کے بل بوتے پر ظلم کو روا رکھتا تھا۔ اور سب سے بڑا ظلم یہ تھا کہ اپنی دولت میں دوسرے حق داروں کا حق ایک لایعنی فعل سمجھتا تھا۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ ترازو کا ایک پلا جھک جائے تو رضائے الٰہی کے خلاف ہو لیکن اگر پوری سوسائٹی کا ایک پلڑا جھک جائے اور دوسرا اُٹھ جائے اور کسی بات میں بھی توازن برقرار نہ ہو تو وہ رضائے خداوندی کے عین مطابق سمجھا جائے۔

قومِ شعیبؑ کا جرم یہی تھا کہ وہ اپنی دولت میں سے کسی کا حصہ نکالنا نہ چاہتی تھی اور اسے اس کی ترغیب دی جاتی تو وہ یہ طنز کرتی کہ یہ اچھی صلوٰۃ ہے جو ہماری اپنی مرضی کے

مطابق خرچ کرنے نہ کرنے پر کنٹرول کرتی ہے۔

قصہ مختصر صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ مالی نظام اور معاشی عدل کے بغیر رسمی نماز تو ہو سکتی ہے اقامت صلوٰۃ نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ اقامتِ صلوٰۃ زندگی کے جن بے شمار گوشوں کو محیط ہے، ان کی تکمیل کے لیے مالی ایثار، دولت کی صحیح تقسیم، معاشی عدل اور گردش دولت ناگزیر ہے۔ اس لیے نظام زکوٰۃ بھی اقامتِ صلوٰۃ ہی کا ایک ضروری حصہ سمجھنا چاہیئے۔

اخلاقی وروحانی اقدار:

صلوٰۃ کا نتیجہ قرآن نے یوں بتایا ہے:

.... اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ.... (العنکبوت 29:45)

''یقیناً نماز بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں سے بچاتی ہے۔''

صلوٰۃ سے اگر یہ مقصد حاصل نہ ہو تو وہ صلوٰۃ کی ایک ظاہری رسم کی ادائیگی ہوگی۔ مقصدِ صلوٰۃ کا حصول دراصل اقامتِ صلوٰۃ ہی کا ایک اہم حصہ ہے۔ ایک غیر عادلانہ سوسائٹی بجائے خود ایک بڑی ناپسندیدہ بے حیائی ہے۔ ایسی سوسائٹی میں بے حیائیوں اور جرائم کی فراوانی کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جس کے پاس ضروریات زندگی کی تکمیل کا سامان نہ ہو وہ اپنی تکمیل ضروریات کے لیے سب کچھ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جو خلاف جہاد اور خلاف تقویٰ ہوتا ہے۔ وہ رشوت بھی لے گا چوری بھی کرے گا۔ ڈنڈی بھی مارے گا۔ ملاوٹ اور اسملنگ، چور بازاری میں بھی تعاون کرے گا، حتیٰ کی جسم فروشی تک مجبور ہوگا۔ کیونکہ اس کے زندہ رہنے کا سامان اسے میسر نہیں۔

دوسری طرف وہ طبقۂ مترفین ہوتا ہے، جو ضروریات سے بہت زیادہ اندوختہ کر لیتا ہے اور اسی مالی فراوانی کے بل بوتے پر ہر قسم کی ناپسندیدہ بے حیائیوں کا ارتکاب کرتا رہتا ہے۔ وہ دوسروں کی محنت اور عصمت دونوں کو خریدتا ہے۔ انہیں ایسی کومگو کی حالت میں رکھتا ہے کہ وہ نہ زندہ رہ سکیں نہ مر سکیں اور پھر مجبور ہو کر اپنی شکم پُری کے لیے ہر قسم کے جرائم کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ غرض دونوں طبقوں کی زندگیاں فحشا و منکر کا مظہر بن جاتی ہیں اور ان کی مثال ایسی ہو جاتی ہے جیسے ایک شخص جاری نہر کو روک کر سارا پانی اپنے کھیت میں ڈال لے اور دوسرے کی کھیتی میں پانی نہ جانے دے۔ اس روش کا ایک ہی نتیجہ ہوتا ہے کہ ایک کی کھیتی پانی کی زیادتی سے گل جاتی ہے اور دوسرے کی کھیتی پانی نہ ملنے سے جل جاتی ہے۔ نقصان دونوں کا ہوتا ہے۔ اگر اپنے حق کا پانی اعتدال کے ساتھ حاصل کرے اور دوسرے کے لیے باقی حصہ چھوڑ دے تو دونوں کی کھیتیاں سیراب ہو کر لہلہا اٹھیں گی اور دونوں کا بھلا ہو گا۔ یعنی دونوں طبقوں کے کردار میں اعتدال اور تقویٰ پیدا ہو کر معاشرہ فحشا و منکر سے پاک ہو گا اور صلوٰۃ کا مقصد پورا ہو گا۔

دوسرے لفظوں میں اقامتِ صلوٰۃ کا دائرہ صرف مادّی ضروریات ہی تک محدود نہیں رہے گا بلکہ کردار کی بلندی، اخلاق کی درستی، اقدار کی تخلیق بھی ہوگی۔ دیکھیے اقامتِ صلوٰۃ کی گیرائی کہاں تک پہنچی ہوئی ہے۔ اقامتِ صلوٰۃ میں تو پوری انفرادی اجتماعی زندگی اور زندگی کے سارے اعمال و وظائف آ جاتے ہیں۔ اس میں مساواتِ انسانی کی تربیت بھی ہے۔

؎ ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

اس میں تنظیم اور ڈسپلن بھی ہے کہ ایک ایک آواز (CAUTION) پر پوری جماعت

کھڑی ہوتی جھکتی اور سر بسجود ہوتی ہے۔

اس میں ایک ندائے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ پر سب کے یکجا ہونے کی تعلیم بھی ہے۔ یہ کسی نیکی کے لیے ایک آواز پر جمع ہو کر تعاون کی مشق بھی ہے۔

اس میں وقت کی پابندی بھی ہے۔....

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا○ (النسآء 4:103)

اس میں انسانی بڑائی کا خاتمہ اللہ کی کبریائی کے اقرار سے ہوجاتا ہے۔ اَللّٰهُ أَكْبَرُ بڑائی کرنے والوں کا احساس برتری اور دبے ہوؤں کا احساس کمتری ایک ساتھ دور کر دیتا ہے۔

یہ ساری باتیں اس وقت اپنا اثر دکھاتی ہیں جب مسجد کے اندر کا یہ انداز مسجد سے باہر نکلنے کے بعد بھی قائم رہے۔ اگر یہ تربیت مسجد کی چہار دیواری میں بند رہے تو صرف صلٰوۃ ہے اور اگر اس کا ظہور مسجد سے باہر پورے معاشرے میں ہو تو اقامت صلٰوۃ ہے۔ کیونکہ اس وقت یہ صرف پرستش یا پوجا پاٹ کی رسمی نماز نہیں رہتی بلکہ پوری زندگی کے وظائف و اعمال کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ تمّت

==================================

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ!

اس مقالہ کے مطالعہ کے لیے وقت نکالنے پر ہم آپ کے تہہ دل سے مشکور ہیں۔ ہمیں آپ کے تاثرات اور امت مسلمہ میں صلٰوۃ قائم کرنے کے لیے آپ کی تجاویز کا انتظار رہے گا۔ رب العزّت کے حضور آپ کی صحت، سلامتی اور خوشگوار زندگی کے لئے دعا گو۔ انتظامیہ

سر سید میموریل لائبریری، کالج اسٹاپ، جی ٹی روڈ، باغبان پورہ، لاہور 54920

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

...اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ o

(تم سب) قائم کرو الصلوٰۃ اور نہ ہو جاؤ مشرکین۔(الرّوم 31:30)

اَلصَّلٰوۃ

سے زندگی کا ربط



مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی



سر سید ؒ میموریل لائبریری، باغبان پورہ، لاہور

Back Title